ابنِ صفی

جلد نمبر
11

جاسوسی دنیا

33- برف کے بھوت

34- پرہول سناٹا

35- چیختے دریچے

جاسوسی دنیا نمبر 34

پرہول سناٹا

(مکمل ناول)

پیش رس

"پر ہول سناٹا" میں ابن صفی نے ایک نیا تجربہ کیا ہے۔

مجرم ذہن کس طرح اپنے حالات پر پردہ ڈالتا ہے؟ وقت آنے پر وہ کتنا بے رحم، سفاک اور درندہ صفت ثابت ہو سکتا ہے؟ اس کا اندازہ اس کہانی کے دو بھیانک کرداروں سے ہو سکے گا۔ اس کہانی کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ لوگ جو سوسائٹی کے ایک اہم رکن سمجھے جاتے ہیں، جن کے عزت و وقار کی داستانیں زبان زد ہوتی ہیں وہ اگر جرائم پر اتر آئیں تو کتنے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

"پر ہول سناٹا" ہمیں ابن صفی کے ان گذشتہ کارناموں کی بیساختہ یاد دلاتا ہے جن میں "فریدی اور لیونارڈ"، "مصنوعی ناک"، "موت کی آندھی" اور "نیلی روشنی" خاصی شہرت رکھتے ہیں۔

"پر ہول سناٹا" پڑھ کر آپ یہ محسوس کریں گے کہ ابن صفی کا یہ شاہکار اپنے ان سابقہ کارناموں کو کہیں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ اب تک انہوں نے جتنے بھی کارنامے پیش کئے ہیں۔ "پر ہول سناٹا" تحیر و استعجاب، اسرار، سراغرسانی رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات کے اعتبار سے سب سے بازی لے گیا ہے۔ فریدی نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ اپنی جگہ پر اٹل ہیں لیکن حمید بھی اس بار بہت آگے رہا ہے۔

پبلشر

خبطی اجنبی

سرجنٹ حمید حقہ پی رہا تھا۔ عادتاً یا ضرورتاً نہیں بلکہ شرارتاً۔ مقصد فریدی کو تاؤ دلا کر بند کمرے سے باہر نکالنا تھا۔ حقہ ایک نوکر کا تھا جسے حمید نے فریدی کے بند دروازے کے قریب رکھ کر کش لگانے شروع کر دیئے تھے۔

فریدی کے کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ کھلا۔

فریدی چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر اس نے اس کے دونوں کان پکڑ لئے، حمید اس کے باوجود بھی نہایت پُر سکون انداز میں حقہ پیتا رہا۔

بہرحال حقے کے نَے اس وقت اس کے منہ سے نکلی جب فریدی نے فرشی پر ٹھوکر رسید کر دی۔ حقہ پھسلتا ہوا صحن میں جا گرا۔

حمید ذرہ برابر پرواہ کئے بغیر فریدی کے کمرے میں جا گھسا اور پھر اس نے بچوں کی طرح قلقاری لگا کر اپنا انگوٹھا چوسنا شروع کر دیا۔ فریدی بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں گھسا تھا۔

"آپ بھی چوسئے نا۔" حمید نے اپنے منہ سے انگوٹھا نکال کر کہا اور پھر چوسنے لگا اور ساتھ ہی وہ شرارت آمیز نظروں سے سینما کی اس چھوٹی مشین کو دیکھ رہا تھا جو فریدی نے ایک اونچے اسٹول پر فٹ کر رکھی تھی۔

"ہم بھی چھینما دیکھیں گے۔" حمید نے بچوں کی طرح تتلا کر کہا۔ "پھلیدی چھاہپ.... ہم بھی چھینما دیکھیں گے۔"

"اچھا تو تم شائد یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نے یہ اپنی دلچسپی کے لئے نکالی ہے۔" فریدی ایک خشک سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"نہیں حضور! میں سمجھتا ہوں کہ ابھی آپ بوڑھے نہیں ہوئے۔" حمید نے منہ سے انگوٹھا نکال کر کہا۔ "ویسے اس کام کے لئے کمرہ بند کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"بکومت۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔ "تم حقہ کیوں پی رہے تھے؟"

"ہاتھی کی دم تو نہیں چوس رہا تھا۔" حمید نے بھی اُسی انداز میں کہا۔

"ہزار بار سمجھا دیا کہ موقع محل دیکھا کرو۔"

"اوہو! تو کیا حقہ آپ کے موقع محل میں حارج ہو رہا تھا۔" حمید ہاتھ نچا کر بولا۔ "بہت خوب! اب ہم حقہ بھی نہ پئیں۔ کبھی کبھار تھوڑی سی منہ کا مزہ بدلنے کے لئے پی لو تو مصیبت۔ اور حقہ بھی نہ پینے دیا جائے گا۔ سنا آپ نے! کان کھول کر سنئے! حقہ پیا جائے گا۔ میرے باپ دادا سب حقہ پیتے آئے ہیں۔ آپ شخصی آزادی پر حملہ کر رہے ہیں۔"

"گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔"

"فکر نہیں۔" حمید لاپروائی سے بولا۔ "قاتل کا سراغ مجھے آسانی سے مل جائے گا۔"

"نکل جاؤ۔" فریدی نے اُسے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"ایک ریل دیکھ کر جاؤں گا۔" حمید بولا۔ "کہئے تو پاس پڑوس کے بچوں کو پھسلا کر لے آؤں ان سے کم از کم دو دو پیسے تو وصول ہی ہو جائیں گے۔"

فریدی کوئی جواب دینے کی بجائے مشین پر فلم کی ریل چڑھانے لگا۔ پھر سامنے والی دیوار پر اس نے عکس ڈال کر دیکھا اور مشین بند کر دی۔

حمید اوٹ پٹانگ باتیں کرتا رہا لیکن شائد فریدی نے کان نہ دھرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اس نے اسے دھکے دے کر کمرے سے نکالا اور کمرے کو مقفل کرنے کے بعد اس کی گردن پکڑے ہوئے لائبریری میں آیا۔

"سنو....!" وہ اُسے جھنجھوڑ کر بولا۔ "ابھی یہاں ایک نیم پاگل آدمی آئے گا اور تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو گے! سمجھے۔"

"تو گردن چھوڑیئے نا۔" حمید جھنجھلا کر اس کی گرفت سے نکل گیا۔ چند لمحے بُرا سا منہ بنائے اُسے گھورتا رہا پھر جھلا کر بولا۔ "کیا میں گدھا ہوں۔"

اس کے بعد وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن فریدی نے بڑے پُر خلوص انداز میں سر ہلا کر اُس کے ادھورے جملے کی تائید کر دی۔

"آپ ریچھ نچایئے۔" حمید چیختا رہا۔ "ڈگڈگی بجایئے! مجھے کیا.... اور اگر آپ یہاں کسی

احمق یا خبطی کو مدعو کر رہے ہیں تو مجھ سے مطلب! میری زبان فالتو نہیں ہے، جو آپ کے گھٹیا مذاق کے سلسلے میں تکلیف اٹھائے۔ آخر آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔"

"اُلو.....!" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے جملہ پورا کرنے دیجئے۔" حمید گردن جھٹک کر بولا۔

بات کچھ اور بڑھتی لیکن ایک نوکر نے یہ سلسلہ ختم کر دیا۔ اسکے ہاتھ میں ایک ملاقاتی کارڈ تھا۔

"اوہ ٹھیک ہے۔" فریدی کارڈ پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر بولا۔ "انہیں بٹھاؤ۔"

فریدی اپنے کمرے میں چلا گیا اور حمید نے ڈرائنگ روم کی راہ لی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ملاقاتی کون ہو سکتا ہے۔ وہ وزیٹنگ کارڈ پر اس کا نام بھی نہیں پڑھ پایا تھا۔

ڈرائنگ روم میں ایک پستہ قد لیکن بھاری بھرکم آدمی نظر آیا جس کی پشت دروازے کی طرف تھی اور وہ شائد دیوار سے لگی ہوئی ایک پینٹنگ دیکھ رہا تھا۔ حمید کی آہٹ سن کر اچانک مڑا۔ آدمی معمر تھا لیکن خدوخال بچکانہ تھے۔ چہرہ بھرا ہوا اور ڈاڑھی مونچھوں سے بے نیاز تھا۔ رخساروں کی جلد کی ہلکی سی نیلاہٹ کہہ رہی تھی کہ وہ روزانہ شیو کرنے کا عادی ہے۔ آنکھوں میں طفلانہ شوخی کی ہلکی سی جھلک تھی جو اس کی کشادہ پیشانی کے پُر وقار نشیب و فراز کی موجودگی میں کسی شعر کی شتر گربگی کی طرح کھٹکتی تھی۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان میں رہی ہوگی۔ وہ چائنا سلک کی پتلون اور ہلکی نارنجی رنگ کی ریشمی قمیض میں ملبوس تھا۔

حمید کو دیکھ کر اس طرح چونک کر خوش آمدید کہنے والے انداز میں مسکرایا جیسے حمید اس کا پرانا شناسا ہو۔ لیکن پھر سنبھل گیا اور اس کے چہرے پر فوری خجالت کے آثار نظر آنے لگے۔

"میرے ساتھ ایک صاحب اور تھے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "وہ چند لمحے کیلئے باہر گئے ہیں۔"

"تشریف رکھئے۔" حمید نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"میں یہ پینٹنگ دیکھ رہا تھا۔" اس نے خواب ناک آواز میں کہا۔ حمید وہ تصویر دیکھنے لگا جس کی طرف اجنبی کا اشارہ تھا۔ یہ کسی استوائی خطے کی تصویر تھی جس میں ربر کے اونچے اونچے درخت تھے اور پیش منظر میں کچھ سیاہ فام آدمی اپنے کاندھوں پر ربر اکٹھا کرنے کے برتن اٹھائے چلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

"پتہ نہیں۔" اجنبی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے ان آدمیوں

اور درختوں کو قریب سے دیکھا ہو۔ ٹھہریئے! مجھے سوچنے دیجئے۔"

دفعتاً حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کی طفلانہ شوخی یک بیک غائب ہو گئی اور اس کی جگہ ایک ایسی سنجیدگی نے لے لی ہو جو عموماً ساٹھ یا ستر سال کے تجربات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کشادہ پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں اور چہرے پر بے چینی کے آثار پیدا ہو گئے۔ یہ کیفیت شائد ایک منٹ تک رہی پھر وہ گردن جھٹک کر بولا۔ "اونہہ! ہو گا کچھ! آخر میں کچھ یاد کرنے کی کوشش کیوں کر رہا ہوں۔"

اس نے یہ جملہ اس انداز میں کہا تھا جیسے خود کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہو۔ پھر اس نے حمید سے کہا۔ "ایسا بھی تو ہوتا ہے۔ کم از کم میرے ساتھ اکثر ایسا ہوا ہے۔ میں جو خواب بھی دیکھتا ہوں اس کے متعلق خواب ہی میں سوچنے لگتا ہوں کہ یہ خواب تو میں پہلے بھی کبھی دیکھ چکا ہوں۔ غالباً آپ بھی....!" اس کا جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ فریدی آ گیا۔

"اوہو.... انسپکٹر صاحب۔" اجنبی مصافحہ کرنے کے لئے فریدی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "آپ یہاں کہاں۔"

"میں یہیں رہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن ناصر میاں نے تو مجھ سے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ آپ کے یہاں آ رہے ہیں۔ وہ کہیں گئے ہیں ابھی آ جائیں گے۔"

"نہ بتایا ہو گا۔ ناصر میرے گہرے دوستوں میں سے ہیں۔"

"وہ تو میں جانتا ہوں۔" اجنبی نے کہا اور پھر اس تصویر کی طرف دیکھنے لگا۔

فریدی اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اجنبی پر اچانک اتنی محویت طاری ہو گئی تھی جیسے اُسے وہاں اپنے علاوہ دوسرے آدمیوں کی موجودگی کا احساس نہ ہو۔

"کیا آپ کو کچھ یاد آ رہا ہے۔" فریدی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

وہ چونک کر فریدی کی طرف مڑا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"مجھے کیا یاد آ رہا ہے؟" اُس نے آہستہ سے کہا پھر اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ "میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کیا یاد آ رہا ہے.... لیکن یہ درخت.... اور یہ سیاہ فام آدمی.... میں شائد انہیں جانتا ہوں۔ نہ جانے کیوں.... نہ جانے کیوں.... کیا آپ بتا سکیں گے کہ یہ کہاں کا منظر ہے۔"

"جنوبی امریکہ.... آمیزن بیسن۔" فریدی نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

حمید ان دونوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اجنبی نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر اپنی جیبیں ٹٹولیں اور سگریٹ کا پیکٹ نکال کر بولا۔ "کبھی نہیں.... میں جنوبی امریکہ کبھی نہیں گیا.... پھر آخر مجھے یہ سب کیوں محسوس ہوتا ہے؟"

"اکثر ہوتا ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"آپ بھی محسوس کرتے ہیں۔" اجنبی نے پُر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں سبھی محسوس کرتے ہیں۔ آیئے آپ کو اپنا گھر دکھاؤں۔"

"ضرور.... ضرور۔" اجنبی مسکرا کر بولا۔

پھر فریدی اُسے پوری عمارت میں گھما کر اس کمرے میں لایا جہاں اُس نے سینما کی مشین فٹ کر رکھی تھی۔

"ناصر تو کہتے تھے کہ آپ انسپکٹر ہیں۔" اجنبی نے کہا۔ "لیکن آپ تو لارڈوں کی طرح رہتے ہیں۔ انگلینڈ میں میرا ایک دوست لارڈ جیروم ہے۔ اس کا مکان بھی اتنا شاندار نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا عجائب خانہ ہی کم از کم چالیس ہزار پاؤنڈ کا ہوگا۔"

"ہو سکتا ہے.... یہ سرمایہ دراصل خاندانی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اور اس کے باوجود بھی آپ انسپکٹری کرتے ہیں۔" اجنبی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اب میں آپ کو کچھ دلچسپ فلمیں دکھاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ! ضرور ضرور.... کیا خود آپ کی فوٹوگرافی ہے۔"

"نہیں! لیکن میری پسندیدہ ریلیں ہیں۔"

حمید سوچ رہا تھا کہ آخر وہ کون ہے؟ کیا فریدی نے وہ مشین اسی کے لئے فٹ کی تھی۔ ناصر جس کا حوالہ اجنبی نے دیا تھا فریدی کے دوستوں میں سے تھا اور حمید بھی اُسے اچھی طرح جانتا تھا۔ لیکن ناصر اس وقت تھا کہاں؟ اجنبی کے بیان کے مطابق وہی اُسے یہاں تک لایا تھا۔ فریدی سے تو اُس کی توقع مضحکہ خیز تھی کہ وہ اپنے کسی مہمان کو اچھل کود والی فلمیں دکھا کر محظوظ کرے گا۔

"ذرا دروازہ بند کر دینا۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

پھر کمرے میں اندھیرا ہو جانے کے بعد فریدی نے مشین کا سوئچ آن کر دیا سامنے والی دیوار

پر تصویروں کا عکس پڑنے لگا۔

حمید کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ مناظر ربر کے جنگلوں کے تھے۔ سیاہ فام آدمی درختوں کے تنوں سے ربر اکٹھا کرنے کے برتن لٹکا رہے تھے۔ کہیں تنوں میں سوراخ کئے جارہے تھے کہیں بھرے ہوئے برتن اتارے جارہے تھے۔ ریل چلتی رہی.... دفعتاً اجنبی چیخنے لگا۔

"یوروکاشی.... سومست اِٹ راوٹ.... زیمبو.... گیٹالی.... اِٹ رال بون۔"

وہ پھر خاموش ہوگیا۔ یہ زبان حمید کی سمجھ میں نہ آسکی۔ البتہ وہ دھندلی روشنی میں اجنبی کا تمتماتا ہوا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ کسی قسم کا جوش دبانے کی کوشش کررہا ہو۔ فریدی چپ چاپ مشین چلاتا رہا۔ حمید نے فریدی کی طرف دیکھا جس کا داہنا ہاتھ تو مشین سے الجھا ہوا تھا لیکن آنکھیں اجنبی کے چہرے پر تھیں۔

ریل ختم ہوگئی اور حمید نے کمرے میں روشنی کردی۔ اجنبی چونک کر اس طرح اپنی آنکھیں ملنے لگا جیسے سوتے سوتے جاگا ہو۔ پھر اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے فریدی اور حمید کو دیکھنا شروع کردیا۔

"انسپکٹر صاحب۔" اس نے فریدی کو مخاطب کیا۔ "یہ ریل بہت اچھی ہے۔ اتنی اچھی ہے.... مگر شاید میں پاگل ہوگیا ہوں۔"

"کیوں کیا بات ہے۔" فریدی نے اپنے چہرے پر تحیر کے آثار پیدا کرکے کہا۔

"میں آخر کیوں محسوس کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں.... دیکھئے میں پھر بھول گیا۔" وہ خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگا۔

فریدی چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔

"آپ کہتے ہیں کہ آپ جنوبی امریکہ نہیں گئے لیکن ابھی آپ آمیزن کے باشندوں کی زبان بول رہے تھے۔"

"میں....!" اجنبی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "نہیں تو.... میں کیا جانوں آمیزن کی زبان۔"

"اوہ.... مجھے پورا جملہ یاد ہے۔" فریدی نے کہا۔ "یوروکاشی.... سومست اِٹ راوٹ....

زیمبو.... گیٹالی اٹ رال بون.... جس کا مطلب یہ ہے کہ الگ ہٹو.... برتن ہٹاؤ.... یہ بالکل غلط ہے.... اور غالباً زیمبو اور گیٹالی آدمیوں کے نام ہیں۔"

اجنبی متحیرانہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھتا رہا پھر یک بیک اس کی طفلانہ شوخی لوٹ آئی اور وہ مسکرا کر بولا۔"آپ مذاق کر رہے ہیں۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔نہ میں نے آج تک یہ زبان سنی ہے اور نہ جنوبی امریکہ میں رہا ہوں.... آپ یقین کیجئے۔"

حمید کو بڑی حیرت ہوئی کیونکہ اس نے بھی اسے کسی غیر ملکی زبان میں کچھ بڑبڑاتے صاف صاف سنا تھا اس کی بے چینی بڑھ گئی۔وہ اس پُر اسرار آدمی کی شخصیت سے بُری طرح متاثر ہو رہا تھا۔کمرے میں سناٹا چھا گیا تھا اور اب فریدی مشین پر کوئی دوسری ریل چڑھا رہا تھا۔حمید سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی نے اس اجنبی سے یہ بات منوانے کی کوشش کیوں نہیں کی کہ ابھی ابھی اس کے منہ سے کسی غیر ملکی زبان کے الفاظ نکلے تھے۔اس کے برعکس فریدی کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اس مسئلے سے کوئی دلچسپی ہی نہ ہو۔

کمرے میں پھر اندھیرا ہو گیا اور دوسری ریل چلنے لگی۔اس کا موضوع شکار تھا۔فریدی نے یکے بعد دیگرے چار ریلیں اور دکھائیں، جو مختلف موضوعات پر تھیں۔

اس دوران میں کوئی خاص بات رونما نہیں ہوئی۔اجنبی پُر سکون انداز میں بیٹھا دیکھتا رہا۔کبھی کبھی اس کے منہ سے تحسین یا حیرت کے جملے نکل جاتے تھے اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔اس کی جگہ کسی دوسرے کا بھی یہی رویہ ہو سکتا تھا۔حمید کی اکتاہٹ بڑھنے لگی۔

فریدی نے آخری ریل چڑھائی تو حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔یہ ریل میکسیکو کے چرواہوں کی زندگی سے متعلق تھی۔ایک جگہ اچانک اجنبی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔جس منظر پر اس کی یہ کیفیت ہوئی وہ بھی کسی غیر معمولی بات کا حامل نہیں تھا۔

دو چرواہے آپس میں لڑ رہے تھے۔لڑتے لڑتے وہ ایک چٹان پر پہنچ گئے جو زمین سے بہت زیادہ اونچی تھی۔ان میں سے ایک نے دوسرے کو چٹان سے دھکیل دیا اور وہ توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بناء پر اچھل کر نیچے چلا آیا۔

"راشد....!" اجنبی کی چیخ سے کمرہ جھنجھنا اٹھا۔"راشد.... راشد!"

پھر اس نے دو تین جھکولے لئے اور منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔

حمید نے بوکھلا کر کمرے میں روشنی کر دی اور اُسے اٹھانے کے لئے لپکا۔

"صوفے پر ڈال دو۔" فریدی نے اس طرح کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

اجنبی بیہوش ہو چکا تھا۔ سرجنٹ حمید نے اُسے بدقت تمام اٹھایا اور صوفے پر ڈال دیا۔

چونکہ آدمی وزن دار تھا اس لئے حمید کو دانتوں پسینہ آگیا۔

اب وہ فریدی کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے خود اُسی کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہو۔

"کیا بھٹیار خانہ پھیلا رکھا ہے آپ نے۔" حمید نے کہا۔

"تم نے سنا ہوگا۔" فریدی نے درویشانہ انداز میں انگلی اٹھا کر کہا۔ "کہ یاجوج ماجوج کا ظہور قرب قیامت کی دلیل ہوگا۔"

"کوئی کیس.....!"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو جائے۔"

"بہر حال آپ مجھے زندہ نہ رہنے دیں گے۔" حمید منہ بنا کر بولا۔ "اور اس یاجوج ماجوج۔"

جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی ایک نوکر نے کسی دوسرے ملاقاتی کی اطلاع دی۔

"یہیں بلالو۔" فریدی نے نوکر سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ایک ایسا آدمی کمرے میں داخل ہوا جسے حمید اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ فریدی کا دوست میجر ناصر تھا۔ حمید کو یاد آگیا کہ بیہوش ہو جانے والے نے بھی ناصر کا حوالہ دیا تھا۔

میجر ناصر نے متفکرانہ انداز میں بیہوش اجنبی کی طرف دیکھ کر آہستہ سے سر ہلایا اور پھر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ان پر بیہوشی کے بھی دورے پڑتے ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا؟"

"بہر حال یہ بیہوش ہو گئے ہیں۔" فریدی نے کہا.... پھر وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "راشد کون ہے۔"

"اوہ.... تو کیا انہوں نے راشد کا نام لیا تھا۔" میجر ناصر نے حیرت سے کہا۔

فریدی اقرار میں سر ہلا کر جواب طلب نظروں سے ناصر کی طرف دیکھنے لگا۔

"راشد ان کا اکلوتا لڑکا ہے۔ وہ بھی انہیں کے ساتھ جنوبی امریکہ میں تھا لیکن اب انہیں اس کے متعلق بھی کچھ یاد نہیں۔"

"تم نے یہ نہیں بتایا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"خیال نہیں رہا تھا۔"

"میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کی یاد داشت واپس لائی جا سکتی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ابھی تک جن ماہرین نے ان کا علاج کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے کوئی مناسب طریقہ اختیار نہیں کیا۔"

"تو یہ ہوش میں کس طرح آئیں گے۔" ناصر نے کہا۔

"اگر تمہارا یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ اس سے قبل کبھی اس طرح بیہوش نہیں ہوئے تو ہوش میں آنے پر ان کی یادداشت واپس بھی آسکتی ہے۔ ویسے ان کا خود بخود ہوش میں آنا ہی بہتر ہوگا۔"

"ہم سب ان کے لئے پریشان ہیں۔" ناصر نے کہا۔

حمید کی جھنجھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ لیکن اُس نے تہیہ کر لیا کہ فریدی سے اس کے متعلق کچھ نہ پوچھے گا ظاہر ہے کہ وہ اس اجنبی سے پہلے ہی سے واقف رہا ہوگا۔ اگر واقف تھا تو اس نے پہلے ہی اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا۔

حمید چپ چاپ کمرے سے نکل آیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس اجنبی کے متعلق کہاں سے معلومات فراہم کر سکے گا۔ ناصر کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ اجنبی سے اس کے قریبی تعلقات ہیں۔ لٰہذا ایسے موقع پر میجر ناصر کی خوبصورت سالی زرینہ کا خیال آنا ضروری تھا اور "بہر ملاقات" یہ ایک اچھی خاصی "تقریب" ہاتھ آئی تھی۔

حمید نے کپڑے پہنے اور گھر سے نکل بھاگا۔ زرینہ ایک گورنمنٹ ہائی سکول میں مسٹرس تھی۔

حمید نے کار اسی راستے پر لگا دی۔ دونوں ایک دوسرے سے واقف ضرور تھے لیکن یہ واقفیت بے تکلفی کی حد تک نہیں تھی۔ حالانکہ حمید نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ زرینہ اس سے بے تکلف ہونا چاہتی ہے لیکن بعض وجوہات کی بناء پر خود اس نے ہی اسے مناسب نہیں سمجھا۔ ان میں سب سے خاص وجہ یہ تھی کہ وہ فریدی کے ایک دوست کی سالی تھی۔ ویسے خود اس کا ایمان اس بات پر تھا کہ اگر دوستی کی چودھویں پشت میں بھی کسی سالی کا وجود ہو تو وہ سو فیصدی حلال ہے۔

ایک زخمی ایک لاش

حمید نے اسکول کے پھاٹک کے سامنے سڑک کے دوسرے کنارے پر کیڈیلاک روک دی۔ غالباً اسکول میں چھٹی ہوگئی تھی اور طالبات باہر نکل رہی تھیں۔ وہ زرینہ کے انتظار میں کیڈی ہی میں بیٹھا رہا۔

تقریباً بیس منٹ بعد زرینہ پھاٹک میں دکھائی دی۔ وہ تنہا تھی۔ شائد وہ سب کے بعد روانہ ہوئی تھی۔ حمید کار اسٹارٹ کر کے اسے موڑنے ہی جا رہا تھا کہ اس نے قریب ہی کے ایک بک اسٹال سے ایک آدمی کو نکل کر زرینہ کی طرف بڑھتے دیکھا یہ بات کچھ ایسی اہم نہ تھی لیکن ایک دوسرے واقعے نے حمید کو کار موڑنے سے روک دیا۔ بک اسٹال کے برابر والے چائے خانے سے ایک چھوٹے قد کا چینی جھانک رہا تھا۔ حمید نے محسوس کیا کہ اس کی توجہ کا مرکز وہ آدمی ہے جو بک اسٹال سے نکل کر زرینہ سے گفتگو کر رہا ہے۔ حمید نے کیڈی کا انجن بند کر کے اپنے فلٹ ہیٹ کا گوشہ چہرے کی طرف جھکا لیا۔

وہ آدمی چند لمحے زرینہ سے کچھ کہتا رہا۔ حمید زرینہ کے چہرے پر تحیر کے آثار دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے انہیں ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف جاتے دیکھا۔ پستہ قد چینی ان کا تعاقب کر رہا تھا۔

زرینہ اور اس کا ساتھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی گھوم کر حمید کے قریب ہی سے نکل گئی۔ پھر اس نے ایک دوسری ٹیکسی میں تعاقب کرنے والے چینی کو بھی دیکھا۔ اس کی ٹیکسی آگے والی ٹیکسی کا تعاقب کر رہی تھی۔

جب دوسری ٹیکسی تقریباً چار سو گز کے فاصلے پر نکل گئی تو حمید نے بھی اپنی گاڑی اس طرف موڑ دی۔ تینوں کاریں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے چل رہی تھیں۔ چونکہ سڑک پر ٹریفک کا طومار تھا۔ اس لئے اس قسم کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا کہ کوئی کسی کا تعاقب کر رہا ہے۔

زرینہ اور اس کا ساتھی ہوٹل ڈی فرانس میں اتر گئے۔ چینی کی ٹیکسی بھی رک گئی تھی لیکن وہ اندر ہی بیٹھا رہا۔ شائد اسے ان کے داخلے کا انتظار تھا۔

وہ دونوں اندر چلے گئے اس کے بعد چینی بھی اپنی ٹیکسی سے اترا۔

حمید نے چینی کی ٹیکسی کے قریب سے گذرتے وقت محسوس کیا کہ وہ حقیقتاً ٹیکسی نہیں تھی

بلکہ ٹیکسیوں کے اڈے پر کھڑی ہونے والی ایک پرائیویٹ کار تھی۔ اس کا ڈرائیور بھی چینی ہی تھا۔

حمید نے کار کا نمبر نوٹ کر لیا۔

ہوٹل ڈی فرانس کے ڈائننگ ہال میں ابھی زیادہ بھیڑ نہیں ہوئی تھی۔

ہال کے وسط میں چھوٹی چھوٹی میزیں تھیں اور دونوں بازوؤں میں آمنے سامنے کیبنوں کے سلسلے تھے۔

حمید نے ایک کیبن میں زرینہ اور اس کے ساتھی کو دیکھا۔ دونوں بیٹھ چکے تھے اور اب اس کا ساتھی دوبارہ اٹھ کر پردہ کھینچ رہا تھا۔ برابر والے کیبن میں چینی موجود تھا۔ بظاہر اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یونہی بلا مقصد اس کیبن میں بیٹھ گیا ہو۔

حمید ان دونوں کیبنوں کے سامنے والے کیبن میں بیٹھ گیا۔ وہ قریب ہی بیٹھنے کی کوشش کرتا لیکن خدشہ یہ تھا کہ کہیں زرینہ کی نظر اس پر نہ پڑ جائے۔

زرینہ کا اس اجنبی کے ساتھ ہونا اتنا تحیر آمیز نہیں تھا جتنا کہ ایک غیر ملکی کا ان دونوں کا تعاقب کرنا۔ اگر حمید اس چینی کو نہ دیکھتا تو شائد یہ سوچنے کی بھی زحمت گوارا نہ کرتا کہ ان دونوں کا تعاقب کیا جائے۔

ویٹر نے چینی کی میز پر چائے کی کشتی رکھ دی اور شائد اسی کی ہدایت کے مطابق اُس نے کیبن کا پردہ بھی کھینچ دیا۔

حمید کی میز پر بھی کافی آ گئی تھی اور وہ ہلکی ہلکی چسکیاں لیتا ہوا سوچ رہا تھا کہ آخر اس تعاقب کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ اگر وہ رومان بازی کا سلسلہ تھا۔ تب بھی اس میں کسی چینی کا دلچسپی لینا تحیر انگیز نہیں تو جاذب توجہ ضرور ہو سکتا تھا۔

اور پھر یہ بات بھی ظاہر ہو گئی تھی کہ وہ دونوں اُس چینی سے واقف نہیں تھے کیونکہ حمید کے قیاس کے مطابق اس دوران میں انہوں نے اس چینی کو کئی بار دیکھا تھا اور اس سے اسی طرح بے تعلق معلوم ہوئے تھے جیسے وہ ان کے لئے اجنبی ہو۔

حمید کی نظریں کیبنوں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

تقریباً پانچ یا چھ منٹ بعد چینی اپنے کیبن سے نکلا اور سیدھا باہر چلا گیا۔

حمید شش و پنج میں پڑ گیا کہ اب کیا کرے۔ وہیں ٹھہرے یا اس کا تعاقب دوبارہ شروع

کر دے۔ بہر حال اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہیں ٹھہرے گا۔ اسے گھر پہنچنے سے قبل ہی اس خبطی اجنبی کے متعلق معلومات فراہم کرنی تھیں۔ اس کا مقصد محض اتنا تھا کہ وہ بھی فریدی پر اپنی ہمہ دانی کا رعب ڈال سکے۔ چند لمحے کے بعد اس کا ذہن اصل موضوع سے بہک گیا اور وہ زرینہ کے حسن کے متعلق سوچنے لگا۔ پھر شائد وہ چاہِ زنحداں پر کسی استاد کا شعر یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک ہال میں ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ حمید نے ایک تیز قسم کی روشنی کا جھماکا محسوس کیا۔ ساتھ ہی دو چیخیں سنائی دیں اور زرینہ والے کیبن کے پردے میں آگ لگ گئی۔ کسی نے باہر نکلنا چاہا لیکن جلتا ہوا پردہ اس سے الجھ گیا۔ اور وہ پردہ سمیت باہر فرش پر گرا۔ اس بار چیخ نسوانی تھی۔ کئی کرسیاں الٹ گئیں۔ کچھ میزیں گریں اور پورا ہال آگ آگ کے شور سے گونج اٹھا۔ حمید زرینہ کی طرف جھپٹا۔ زرینہ ہوش میں تھی اور خود کو آگ سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ حمید نے جلتا ہوا پردہ کھینچ کر الگ کر دیا۔ ساری کے آنچل میں آگ لگ گئی تھی۔

"باہر نکلو.... باہر نکلو۔" کوئی چیخ رہا تھا۔ داہنے بازو کے سارے کیبنوں کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ حمید نے بدقت تمام ہاتھوں سے پیٹ پیٹ کر زرینہ کے آنچل کی آگ بجھائی اور اسے کھینچتا ہوا ہجوم سے باہر نکال لے گیا۔ پورے ہوٹل میں ابتری پھیل گئی تھی۔ لوگ باہر کمپاؤنڈ میں کھڑے شور مچا رہے تھے۔ اس میں سے کسی کو شائد اس کا بھی ہوش نہیں تھا کہ جس کیبن میں دھماکہ ہوا وہاں سے ایک عورت نکلی تھی جس کے کپڑے میں آگ لگی ہوئی تھی۔

حمید اُسے باہر کمپاؤنڈ میں نکال لایا۔

"میں چل نہیں سکتی۔" زرینہ لڑکھڑا کر کراہی۔ "میرے پیر میں جلتی ہوئی چھریاں گھس گئی ہیں۔"

کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ان کے پاس سے گذر گئے۔

حمید اُسے پارک میں لے آیا۔

"مجھے زمین پر ڈال دیجئے۔" زرینہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی۔

شور بڑھتا جا رہا تھا۔ شائد آگ پھیل رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہوٹل کا کمپاؤنڈ آدمیوں سے بھر گیا۔ ان میں کچھ باوردی کانسٹیبل بھی تھے۔

حمید محسوس کر رہا تھا کہ زرینہ پر غشی طاری ہو رہی ہے اور وہ اب اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

"آپ کا ساتھی کہاں ہے۔" حمید نے زرینہ سے پوچھا۔

"اوہ.... میں گری.... سنبھالئے.... ساتھی؟.... میں نہیں جانتی۔"

حمید نے اُسے گھاس پر لٹادیا۔

اب پارک میں بھی آدمی اکٹھا ہوتے جارہے تھے اور انہوں نے حمید اور زرینہ کے گرد بھیڑ لگائی تھی۔ اگر زرینہ زمین پر نہ پڑی ہوئی ہوتی تو کوئی اس کی طرف دھیان بھی نہ دیتا۔

دفعتاً حمید کی نظر ایک ایسے کانسٹیبل پر پڑگئی، جو اُسے اچھی طرح جانتا تھا۔ حمید نے اسے بلا کر پہلے تو ان لوگوں کو وہاں سے ہٹوایا جو اس کے گرد اکٹھا ہورہے تھے پھر اسی کی مدد سے وہ زرینہ کو کار تک لایا۔

تھوڑی دیر بعد زرینہ پچھلی سیٹ پر بیہوش پڑی تھی اور کار سول ہسپتال کی طرف جارہی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد زرینہ کو ہوش آیا۔ وہ سول ہسپتال کے ایک بستر پر پڑی کراہ رہی تھی اور ڈاکٹر اس کی زخمی پنڈلیوں کو دیکھ رہا تھا۔ دونوں پنڈلیوں سے جابجا خون رس رہا تھا۔

"اندر شیشے کی کرچیں معلوم ہوتی ہیں۔" ڈاکٹر نے حمید سے کہا۔ "آپریشن کے بغیر ان کا نکلنا مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی بم تھا۔"

حمید نے فریدی کو فون کیا اور اُسے جلد از جلد سول ہسپتال پہنچ جانے کی تاکید کی۔ زرینہ ہوش میں ضرور تھی لیکن اس پر ایک ہذیانی کیفیت سی طاری تھی۔ درد سے کراہتے وقت وہ بے ربط سے جملے دہرانے لگتی تھی۔

فریدی نے ہسپتال پہنچنے میں دیر نہ کی.... وہ سمجھا تھا کہ شائد حمید ہی کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ لیکن زرینہ کو اس حال میں دیکھ کر بھی اسے کچھ کم حیرت نہ ہوئی، استفسار پر حمید نے واقعات دہرادیئے۔

"ٹھیک ہے تو پھر وہ اس کا ساتھی ہی رہا ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

"کون؟"

"تمہارے فون سے پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ ہوٹل ڈی فرانس میں آگ لگ جانے سے ایک آدمی جل کر مرگیا۔ آگ کی وجہ ایک پُراسرار دھماکہ تھا۔" فریدی نے کہا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی ہی بولا۔ "تمہیں یقین ہے کہ وہ دھماکہ اسی کیبن میں ہوا تھا جسمیں یہ دونوں تھے۔"

حمید نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس دوران میں زرینہ پر غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ اچانک اُسے پھر ہوش آگیا اور فریدی کو دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹی رہو....!" فریدی آہستہ سے بولا۔

"فریدی.... بھائی۔" زرینہ رو پڑی۔

فریدی اور حمید خاموش رہے، جب زرینہ چپ ہوئی تو فریدی نے پوچھا۔

"وہ کون تھا....؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"تو پھر تم اس کے ساتھ کیوں چلی گئی تھیں۔"

"وہ سلمان چچا کے متعلق کچھ بتانا چاہتا تھا۔"

"کیا....؟" فریدی چونک کر بولا۔

"وہ.... اُن کے پاگل پن کی وجہ بتانا چاہتا تھا۔"

"کیا بتایا....؟" فریدی کے لہجے میں بے چینی تھی۔

"وہ صرف اتنا بتا پایا تھا کہ وہ بھی سلمان چچا کے ساتھ جنوبی امریکہ میں تھا۔ بس دھماکہ ہوا میرے پیروں میں چھریاں سی لگیں.... اور پھر مجھے کچھ ٹھیک یاد نہیں۔"

"کیا وہ تمہیں پہلی بار ملا تھا۔"

"جی ہاں.... اور جب اس نے اچانک یہ کہا کہ وہ مجھے سلمان چچا کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہے تو میں اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اکیلا ان کے پاگل پن کے راز سے واقف ہے اور اس نے استدعا کی تھی کہ وہ جو کچھ بتائے اس کے سلسلے میں اس کا حوالہ کہیں نہ دیا جائے اور فریدی بھائی.... وہ کچھ ڈرا ڈرا سا تھا۔"

"تو وہ ان کے متعلق کچھ نہیں بتا پایا۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی نہیں.... کچھ بھی نہیں۔"

"اچھا اب تم آرام کرو۔" فریدی نے کہا۔ "پولیس کو بیان دیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی بات غلط نہ کہہ جاؤ۔ پورا واقعہ من و عن بیان کر دینا۔ میں ناصر کو فون کرتا ہوں۔"

فریدی اور حمید باہر آئے۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ فریدی کسی خیال میں الجھا ہوا ہے۔

"میں نے اس چینی کی کار کا نمبر نوٹ کر لیا ہے۔" حمید نے کہا۔

"تمہارا اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ اس کے دہانے کے بائیں گوشے پر ایک ابھرا ہوا سرخ رنگ کا تل ہے۔"

"تو کیا آپ اُسے جانتے ہیں۔"

"اچھی طرح.... اس کا نام وانگ لی ہے اور وہ دوسرا جو کار چلا رہا تھا غالباً تیہ چن رہا ہوگا۔"

"تو آپ دونوں سے واقف ہیں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"وانگ کرنل داراب کا پرائیویٹ سیکریٹری ہے اور تیہ چن موٹر ڈرائیور۔"

"کرنل داراب....!" حمید چونک کر بولا۔ "وہی.... جو ہر ماہ شہر کے اعلیٰ حکام کی دعوتیں کرتا ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھے.... آؤ....!" فریدی نے کہا اور برآمدے سے اتر کر کیڈی کی طرف روانہ ہو گیا۔

"کہاں....؟" حمید نے پوچھا۔

"چلو.... آج تفریح کا موڈ ہے۔"

کیڈی روانہ ہو گئی۔ حمید زرینہ کے سلمان چچا میں الجھا ہوا تھا اور غالباً یہ بات تو اس کے ذہن میں صاف ہی ہو گئی تھی کہ زرینہ کا "سلمان چچا" اس اجنبی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا جسے آج فریدی نے فلمیں دکھائی تھیں۔

"یہ سلمان کا کیا واقعہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"بہت دلچسپ.... اور اب تو اور زیادہ دلچسپ ہو گیا ہے۔"

"اور دنیا کی ساری دلچسپیاں آپ نے اپنے لئے وقف کرا لی ہیں" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"غالباً تم اسی کے متعلق معلوم کرنے کے لئے زرینہ کے پیچھے لگے تھے۔" فریدی نے کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ فریدی سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھے گا۔ لیکن اس وقت شائد فریدی ہی زیادہ باتیں کرنے کے موڈ میں تھا۔

"ڈاکٹر سلمان اپنی یاد داشت کھو بیٹھا ہے۔ لیکن اس کا کیس اس حیثیت سے عجیب ہے کہ وہ

صرف اپنی جنوبی امریکہ کی رہائش کے متعلق سب کچھ بھول گیا ہے اور دوسرے معاملات میں وہ قطعی صحیح الدماغ ہے۔ حتیٰ کہ اُسے اپنے بچپن کی باتیں تک یاد ہیں۔"

"وہ یہاں کب سے مقیم ہے۔"

"پچھلے ایک ماہ سے۔ ناصر اس کا سگا بھتیجا ہے۔ سلمان کا ایک بیٹا راشد بھی تھا۔ وہ اُسے بھی بھول گیا ہے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ آج فلم دیکھتے وقت اس نے راشد کا نام لیا تھا۔ ویسے ناصر کا بیان ہے کہ راشد کے متعلق پوچھنے پر اس نے حیرت ظاہر کی تھی۔ پھر اس سے یہ کہا گیا کہ راشد اس کے بیٹے کا بھی تو نام تھا اس پر اس نے ناصر اور اُس کے گھر والوں کا مضحکہ اڑایا اور پھر سنجیدگی سے یہ بات کہی کہ اگر وہ لاولد نہ ہوتا تو لوگ اس کا مذاق کیوں اڑاتے۔"

"وہ وہاں کرتا کیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"ربر اکٹھا کرنے والی ایک فرم کا منیجر تھا۔"

"تب تو اس کے متعلق وہیں سے معلومات فراہم کی جاسکتی ہیں۔"

"جتنی معلومات اب تک فراہم ہو چکی ہیں ان کے علاوہ امکان نہیں۔" فریدی نے کہا۔

"فرم کے کارکنوں کا بیان ہے کہ ڈاکٹر سلمان تین سال تک ماناؤز کے پاگل خانے میں رہ چکا ہے اور پھر جب اس کے بعد اس کی حالت کچھ سنبھل گئی تو اُسے واپس بھیج دیا گیا۔ اس کے لڑکے راشد کی اچانک گمشدگی کے متعلق کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ تین سال قبل وہ ڈاکٹر سلمان ہی کے ساتھ رہتا تھا۔۔۔!"

اچانک حمید کو کچھ یاد آگیا اور اس نے فریدی کو جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

"آپ نے کہا تھا کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد ٹھیک بھی ہو سکتا تھا۔"

"ہاں لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی اس میں کوئی ذہنی تغیر نہیں واقع ہوا۔ بہر حال مجھے توقع ہے کہ میں اس کی یادداشت واپس لانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"لیکن یہ نیا معاملہ۔۔۔۔!" حمید بولا۔

"ٹھیک ہے اور اب اسی لئے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ وہ یادداشت کھو بیٹھنا کسی غیر معمولی حادثے کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ آخر وہ جل کر مرنے والا اس کے متعلق کیا بتانا چاہتا تھا۔"

"آپ کہتے ہیں کہ وہ دونوں چینی! کرنل داراب کے آدمی ہیں؟ میں کس طرح یقین

کرلوں۔"

"یقین نہ کرنے کی وجہ۔" فریدی اُسے گھور کر بولا۔

"ارے کرنل داراب.... اتنا معزز آدمی۔ میرا خیال ہے کہ وہ اپنے نوکروں کے کردار پر بھی حرف آنا پسند نہ کرے گا اور پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہاں نیچے سے اوپر تک سارے حکام کسی نہ کسی طرح اس کے احسان مند ضرور ہیں۔"

"اوہ.... فریدی کو اس کی پرواہ نہیں۔ میں تو عرصہ سے اس کے خلاف کسی بہانے کی تلاش میں تھا۔"

"آخر کیوں؟"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس نے اتنی دولت جائز وسائل سے پیدا کی ہے۔"

"اوہ! اس طرح تو آپ کو شہر کے سارے سرمایہ داروں کی گردنیں اتارنی پڑیں گی۔"

"وہ صورت دوسری ہے.... داراب تو قانون کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔"

"آخر کیا کرتا ہے!"

"سن کر ہنسو گے۔"

"پھر بھی۔"

"وہ یورپ اور امریکہ کے باشندوں کو چرسی بنا رہا ہے۔"

"چرسی! میں نہیں سمجھا۔"

"تم چرسی نہیں سمجھتے۔"

"تو کیا وہ یورپ اور امریکہ کے لئے چرس برآمد کرتا ہے۔"

"جناب....!" فریدی نے کہا۔

"میں پہلی بار سن رہا ہوں۔ تو آپ اب تک کیوں سوتے رہے۔"

"میرے پاس اس کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا اور نہ اب ہے۔ ویسے اس پر یقین ضرور ہے کہ اس گروہ کا تعلق صرف داراب سے ہے جس کے ذریعے یہ کام ہوتا ہے۔ بہرحال مجھے یہ سن کر حیرت ہو رہی ہے کہ انگریز یا امریکن چرسی بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی مجھے خود آپ پر بھی شبہ ہونے لگے۔ آپ اونگھ تو نہیں رہے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

پھر ان کی کار پولیس ہسپتال کے سامنے رک گئی۔

یہاں انہوں نے اس آدمی کی لاش دیکھی جو ہوٹل ڈی فرانس کی آگ کا شکار ہو گیا تھا۔ لاش کا چہرہ اس طرح بگڑ گیا تھا کہ شناخت مشکل تھی۔ انسپکٹر جگدیش نے فریدی کو یہ اطلاع دی کہ مرنے والے کے ساتھ کوئی عورت بھی لاپتہ ہے۔

"وہ عورت....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تمہیں سول ہسپتال میں مل جائے گی۔"

"تو کیا وہ.... وہی عورت ہے۔" جگدیش کے لہجے میں حیرت تھی۔"وہاں کے انچارج کا فون ہوٹل ڈی فرانس کی زخمی عورت کے لئے آیا تھا۔"

"ہاں وہ وہی عورت ہے اور اس کا بیان خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا بیان من و عن لکھا جائے۔ معاملات کو دوسری شکل دینے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"مگر.... کوتوال صاحب۔" انسپکٹر جگدیش کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

"اگر اس کے خلاف ہوا تو سمجھ لو کہ زلزلہ آجائے گا۔" فریدی نے کہا اور حمید کو باہر چلنے کا اشارہ کر کے خود بھی نکل آیا۔

نئی بات

کار کے قریب پہنچ کر حمید شائد پائپ سلگانے کے لئے رک گیا۔

"چلو جلدی کرو۔" فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔

"کیوں کیا آفت آگئی۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"زرینہ خطرے میں ہے۔" فریدی نے کیڈی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کی باتیں....!" حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"بھلا بتاؤ کہ اس وقت یہاں تیہ چن کا کیا کام۔"

"کہاں....؟"

"یہیں ہسپتال میں۔" فریدی نے کہا۔"میں نے اُسے ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوتے

دیکھا تھا۔ غالباً وہ اپنے شکار کا انجام دیکھنے آیا ہے۔ زرینہ زندہ ہے ممکن ہے وہ یہ سمجھیں کہ ڈاکٹر سلمان کا راز معلوم ہو گیا ہے جو لوگ ہوٹل میں ٹائم بم رکھ سکتے ہیں ان کے لئے کسی ہسپتال میں کوئی واردات کر بیٹھنا مشکل نہ ہو گا۔''

حمید ہنسنے لگا.... فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

''بعض اوقات آپ کی حالت کسی ایسی بیوہ کی سی ہو جاتی ہے جو اپنے اکلوتے لڑکے کے لئے پریشان ہو۔ آخر آپ جگدیش سے کیوں اُلجھ پڑے تھے۔ آخر وہ زرینہ کا بیان غلط کیوں لکھنے لگا۔''

''تمہیں شائد اس کا علم نہیں کہ آج کل نیا ڈی۔ایس۔پی سٹی ریکارڈ اچھا رکھنے کے لئے بڑے گھپلے کر رہا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید نے پوچھا۔

''آپ یہاں کیوں آئے تھے۔''

''جس لئے آیا تھا وہ نہ ہو سکا۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''لاش کی شناخت مشکل ہے لیکن وہ چینی تیہ چن۔''

''دوسرے کا کیا نام بتایا تھا۔''

''وانگ لی.... سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ڈاکٹر سلمان سے ان لوگوں کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ پھر بقیہ راستہ خاموشی ہی سے طے ہوا اور وہ سول ہسپتال پہنچ گئے۔ یہاں ابھی تک پولیس نہیں آئی تھی۔ حالانکہ ہسپتال کے انچارج نے زرینہ کے متعلق کوتوالی فون کر دیا تھا۔

ناصر اور اس کے گھر والے ڈاکٹر سلمان سمیت ہسپتال میں موجود تھے۔ فریدی کو دیکھ کر ناصر اس کی طرف بڑھا۔

''مجھے افسوس ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''غالباً آپ لوگ زرینہ سے مل چکے ہوں گے۔''

''ہاں ہم سب بُری طرح پریشان ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ آدمی چچا صاحب کے متعلق ہم لوگوں کو کیا بتانا چاہتا تھا۔''

''مناسب تو یہی ہو گا کہ اب تم اپنے چچا کو کڑی نگرانی میں رکھو۔ میں یہاں پر ان کی موجودگی

پسند نہیں کرتا۔ انہیں گھر لے جاؤ۔ زرینہ کی دیکھ بھال ہو جائے گی۔" فریدی نے کہا۔

"کیا کوئی خاص بات۔" ناصر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ وہ جو سلمان صاحب کے متعلق کچھ بتانا چاہتا تھا جل بھن گیا۔ زرینہ اس حال میں پڑی ہے۔ میں تم سے پھر باتیں کروں گا۔ بس سلمان صاحب اکیلے گھر سے نہ نکلنے پائیں.... سمجھے۔"

"ابھی زرینہ کا بیان نہیں ہوا۔"

"اوہ.... ہو جائیگا.... اگر تم یہیں ٹھہرنا چاہتے ہو تو.... ان لوگوں کو گھر پہنچا کر واپس آجانا۔"

"کیا زرینہ کے لئے پرائیویٹ وارڈ میں انتظام نہیں ہو سکتا۔"

"ہو سکتا ہے.... لیکن میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔"

ناصر اپنے گھر والوں کو لے کر واپس گیا۔

فریدی اور حمید جنرل وارڈ میں آئے۔ زرینہ جاگ رہی تھی اور ہوش میں تھی۔ ڈاکٹر نے انہیں بتایا کہ "جب تک پولیس بیان نہ لکھ لے گی آپریشن نہیں ہوگا۔"

فریدی نے فون کا ریسیور اٹھایا اور جب وہ کوتوالی فون کرنے لگا تو حمید نے اس کے لہجے میں جھلاہٹ محسوس کی۔

"ہیلو.... یس انسپکٹر فریدی اسپیکنگ.... کون ڈی۔ایس۔پی صاحب.... جی ہاں میں سول ہسپتال سے بول رہا ہوں۔ ہوٹل ڈی فرانس کے حادثے میں مرنے والے کی ساتھی یہاں موجود ہے۔ اس کے پیروں میں زخم ہیں۔ ابھی تک اس کا بیان قلمبند نہیں ہوا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر آپریشن کے لئے تیار نہیں۔"

پھر حمید نے فریدی کو دانت پیستے دیکھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

شائد دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تھا جس کے جواب میں فریدی نے کہا۔

"جی ہاں.... میرے اس مخصوص اختیار کا تعلق وزارت داخلہ سے براہِ راست ہے۔ جس معاملے میں مناسب سمجھوں ہر وقت دخل انداز ہو سکتا ہوں۔"

پھر فریدی نے ایک جھٹکے کے ساتھ ریسیور رکھ دیا۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"کچھ نہیں شائد اس کا ستارہ بھی گردش میں ہے۔ کہتا ہے کہ تم مداخلت کرنے والے کون ہو! شائد وہ اب خود ہی بیان لینے کے لئے آئے۔"

"کون؟ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی۔" حمید نے پوچھا۔

فریدی سگار سلگانے لگا۔ اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار ابھی تک باقی تھے۔

بیس منٹ کے اندر ہی اندر ڈی۔ ایس۔ پی سٹی! دو انسپکٹروں اور ایک محرر کے ساتھ سول ہسپتال پہنچ گیا۔

فریدی اور حمید قطعی بے تعلقانہ انداز میں کھڑے رہے اور فریدی کے رویئے سے تو ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے ڈی۔ ایس۔ پی سٹی اس کا ماتحت ہو۔

"آپ ہمیشہ غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں۔" اس نے فریدی سے کہا۔

"اتنا غلط بھی نہیں کہ قتل کے کیسوں کو خودکشی میں تبدیل کر کے ریکارڈ بناؤں۔" فریدی بڑی خوش اخلاقی سے بولا۔

لیکن ڈی۔ ایس۔ پی سٹی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پتہ نہیں یہ غصہ تھا یا خجالت تھی۔

اگر سول ہسپتال کا انچارج وہاں نہ آجاتا تو شائد بات بڑھ جاتی۔

ڈی۔ ایس۔ پی سٹی بڑا تلخ مزاج آدمی تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں ہاتھا پائی کی نوبت نہ آجائے۔ شہر کی کوتوالی کی تاریخ میں وہ پہلا بد تمیز کوتوال تھا جو اپنے ماتحتوں کو ماں بہن کی گالیاں دینے سے بھی گریز نہ کرتا تھا۔ چند ہی روز قبل وہ ایک سب انسپکٹر پر ہنٹر لے کر جھپٹا تھا۔

بہر حال ہسپتال کے انچارج کے آجانے پر معاملہ جہاں کا تہاں رہ گیا۔

کوتوال اپنے آدمیوں سمیت ڈاکٹر کے ساتھ جنرل وارڈ کی طرف چلا گیا۔

"کیوں آپ نہ چلیئے گا۔" حمید نے فریدی سے کہا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سگار کے لمبے لمبے کش لے رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے کسی سرکش جذبے کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔

یہ دونوں برآمدے میں کھڑے تھے۔

"کہیں بیان میں گڑبڑ نہ پیدا کر دی جائے۔" حمید پھر بولا۔

"دیکھا جائے گا۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"تو پھر یہاں کھڑے رہ کر جھک مارنے سے کیا فائدہ۔"

"میں وانگ لی کو دیکھ رہا ہوں۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"وانگ لی....!" حمید نے چونک کر کہا۔ "کہاں ہے؟"

"میری جیب میں۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

حمید اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"حمید خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"میں کیوں ہو جاؤں رنجیدہ! ابھی میں یتیم نہیں ہوا۔"

"بکو مت! آؤ.... اب ہم جنرل وارڈ میں مسٹر وانگ لی سے ملاقات کریں گے۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی کیا بک رہا ہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ وانگ لی (وہی چینی جس کا اس نے تعاقب کیا تھا) زرینہ کے بستر کے قریب موجود ہے۔ وہ ڈی۔ایس۔پی سٹی سے کچھ کہہ رہا تھا اور ڈی۔ایس۔پی سٹی کے ہونٹوں پر ایک بڑی انکسار آمیز قسم کی مسکراہٹ تھی۔ محرر زرینہ کا بیان قلم بند کر رہا تھا۔

فریدی حمید کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور آہستہ سے بولا۔ "غالباً وہ کرنل داراب کی طرف سے کسی نئی دعوت کی خوشخبری لایا ہے۔"

فریدی اور حمید اُن سے کافی فاصلے پر کھڑے تھے۔ فریدی کی آنکھوں سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ سچ مچ اونگھ رہا ہو۔ لیکن حمید جانتا تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

اس پر ایسی کیفیت اُسی وقت طاری ہوتی تھی جب وہ اپنا کوئی ارادہ تبدیل کر رہا ہوتا تھا۔ لیکن اس موقع پر اُس میں یہ تغیر دیکھ کر حمید کو حیرت ضرور ہوئی۔

بیان ختم ہو جانے کے بعد زرینہ کے بستر کے قریب ٹرالی لائی گئی اور اُسے اس پر ڈال کر آپریشن تھیٹر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

ڈی۔ایس۔پی واپس جانے کے لئے مڑا تو اس کی نظر ان دونوں پر پڑی۔

"کسے یقین آئے گا اس پر۔" اس نے فریدی کو مخاطب کر کے کہا۔

"کس بات پر۔" فریدی نے انگریزی میں پوچھا اور حمید کو پھر حیرت ہوئی۔ فریدی بلاوجہ کبھی کسی غیر ملکی زبان میں گفتگو نہیں کرتا تھا۔

"اس لڑکی کے بیان پر۔" ڈی۔ایس۔پی نے کہا۔

"وہ تو واقعی مضحکہ خیز ہے۔" فریدی نے پھر انگریزی ہی میں کہا۔ "لیکن مجھے اس سے بحث نہیں۔ میں تو یہ جانتا تھا کہ اس کے آپریشن میں جلدی کی جائے۔"

"اس دلچسپی کی وجہ۔"

"اوہ....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "بہت معمولی سی۔ زرینہ میرے ایک دوست کی عزیز ہے! سرجنٹ حمید کو زخمی حالت میں ہوٹل ڈی فرانس میں ملی اور وہ اُسے یہاں لے آئے۔"

"وہ کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔" ڈی۔ایس۔پی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کے بیان سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

اس گفتگو کے دوران میں حمید وانگ لی کو گھور رہا تھا۔

"کیا آپ یہیں ٹھہریں گے۔" ڈی۔ایس۔پی نے کہا۔

"آپریشن ہو جانے تک۔" فریدی بولا۔

ڈی۔ایس۔پی چلا گیا۔ وانگ لی اس کے ساتھ تھا۔

حمید تھوڑی دیر تک فریدی کو طنز آمیز نظروں سے دیکھتا رہا پھر جلے بھنے لہجے میں بولا۔

"ظاہر ہے کہ وہ ڈی۔ایس۔پی ہے آپ کو ہر حال میں دبنا پڑے گا۔"

"ہوں.... تو تم یہ چاہتے تھے کہ میں اُس سے کشتی لڑتا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن اتنا دبنا بھی نہ چاہئے تھا۔"

"سنو برخوردار.... میں سراغرساں ہوں ٹارزن نہیں۔"

"لیکن کچھ دیر قبل تو آپ اس طرح تاؤ کھا رہے تھے جیسے اس سے کشتی لڑیں گے۔"

"میں تو بڑی دیر سے بے تکی باتیں کر رہا ہوں۔" فریدی اس کا ہاتھ پکڑ کر کیڈی کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔ "چلو معاملہ صاف ہو گیا۔ اب وہ لوگ شائد زرینہ کے پیچھے نہ پڑیں۔ وانگ لی پر یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ مرنے والے نے زرینہ کو کوئی خاص بات نہیں بتائی ہے اور پولیس کو اس کے بیان پر یقین نہیں ہے۔ انہیں مطمئن کر دینے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔"

"اوہ تو کیا اسی لئے آپ اچانک بھیڑ بن گئے تھے۔"

"بس سمجھنے کی کوشش کیا کرو۔ ویسے ابھی تمہارے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے۔"

"میں نے شام کو آئس کریم کھائی تھی۔" حمید نے بڑی معصومیت سے کہا۔

کیڈی پھر چل پڑی۔

"اب تو نیند آرہی ہے۔" حمید جماہی لے کر گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔"

"آج تو رات بھر تفریح کی ٹھہری ہے۔" فریدی نے کہا۔

"رات بھر تفریح۔" حمید اچھل کر بولا۔ "ہائیں.... یہ آپ فرمارہے ہیں قبلہ پتھر صاحب۔"

"شور مت مچاؤ۔" فریدی نے کہا۔ "تم نے کبھی کرنل داراب کی لڑکی کو بھی دیکھا ہے۔"

"اتفاق نہیں ہوا.... میں نے تو خود کرنل داراب کو بھی آج تک نہیں دیکھا۔ صرف نام سنا ہے اور اس کا نام مجھے قطعی پسند نہیں۔ بعض والدین نام کے معاملے میں بڑے پھوہڑ ثابت ہوتے ہیں۔ بھلا بتایئے داراب.... دھرداب.... لاحول ولا قوۃ۔"

"اس کی لڑکی بڑی حسین ہے۔"

"آپ کے اسٹینڈرڈ کے مطابق ہو گی اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے تیس سے اوپر کی عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"کیا خیال ہے.... اس بار اس کی دعوت قبول کر لی جائے۔"

"کیوں کیا.... وہ آپ کو بھی مدعو کرتا ہے۔"

"نہ صرف مجھے بلکہ تمہیں بھی۔ لیکن میں نے اس کا دعوت نامہ تم تک کبھی پہنچنے ہی نہیں دیا۔"

"کیوں؟"

"میں جانتا تھا کہ ایک دن مجھے اُس سے الجھنا ہی پڑے گا۔"

"آپ خواہ مخواہ لٹھ لے کر اُس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ داراب بھی اپنے سیکریٹری کی حرکتوں سے تعلق رکھتا ہو۔"

"ضروری تو نہیں لیکن امکانات ہیں۔"

"امکانات کی وجہ۔"

"وجہ نہیں بتائی جائے گی۔" فریدی نے کہا۔ "تمہیں شائد یہ نہیں معلوم کہ بہت دنوں بعد ایک گہری نیند سے چونکا ہوں۔"

"اوہ....!" حمید نے بہت زیادہ سنجیدگی سے کہا۔ "کیا افیون سے شوق فرمانے لگے تھے۔"

"نہیں! میری دو شخصیتیں ہیں۔ ایک معمولی فریدی ہے اور دوسرا غیر معمولی فریدی۔"

"میری تین شخصیتیں ہیں۔" حمید نے اتنی ہی سنجیدگی سے جواباً کہا۔ "ایک اُلو حمید.... دوسرا اُلو کا پٹھا حمید تیسرا اُلو کے پٹھے کا پٹھا حمید۔"

"اور ہمیشہ یہی رہو گے۔" فریدی نے ہونٹ سکوڑ لئے اور دفعتاً اُس نے کیڈی روک دی۔ حمید نے چاروں طرف دیکھا وہ شہر کے ایک پُر رونق حصے میں تھے اور فریدی بائیں طرف کی عمارتوں کے سلسلے میں ایک سائن بورڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

یہ ایک چھوٹا سا چینی ریستوران تھا جس کے متعلق حمید نے سن رکھا تھا کہ یہاں مینڈکوں کا قورمہ نہایت نفاست کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور ٹوسٹ کے مکھن پر گندی نالیوں کے زندہ دمدار کیڑے چپکائے جاتے ہیں۔

فریدی انجن بند کر کے نیچے اُترا اور حمید کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے ریستوران میں گھس گیا۔

سامنے کاؤنٹر پر ایک فربہ اندام چینی کھڑا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی بے اختیار چونک کر مسکرانے کی کوشش کرنے لگا۔

"آج رات خوشگوار ہے مسٹر چیانگ۔" فریدی نے اپنا فلٹ ہیٹ اتار کر کہا۔

"یس یور آنر۔" چینی نے اس قدر جھک کر کہا کہ اس کی پیشانی کاؤنٹر سے لگ گئی۔

حمید متحیر رہ گیا۔ اُسے خواب میں بھی گمان نہیں تھا کہ فریدی کے مراسم چینیوں سے بھی ہو سکتے ہیں۔

"تم کافی موٹے ہو گئے ہو۔" فریدی نے کہا اور چینی نے دانت نکال دیئے لیکن اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"حضور والا تشریف رکھیں۔" چینی جھک کر اپنے ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "اور میں جلد سے جلد اس عزت افزائی کی وجہ جاننا چاہوں گا ویسے میں آج کل باعزت طور پر زندگی بسر کر رہا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "ضروری نہیں کہ میری آمد ہمیشہ تمہارے لئے پریشانی ہی کا باعث ہو۔"

چینی کچھ نہ بولا۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "کچھ پیش کروں۔"

"نہیں شکریہ۔ ادھر سے گذر رہا تھا سوچا تم سے بھی ملتا چلوں اور میرا یہ سوچنا بلاوجہ نہیں تھا۔"

چینی کے چہرے پر پھر گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو گئے۔ فریدی نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "تم جنوبی امریکہ میں رہ چکے ہونا۔"

"جی ہاں.... جی ہاں جناب۔"

"میں نے سوچا تم سے وہاں کے متعلق معلومات بہم پہنچاؤں۔ میں عنقریب جنوبی امریکہ جانے والا ہوں۔"

"ضرور ضرور.... میرے لائق جو خدمت ہو.... فرمائیے۔"

"ماناؤز ہی میں تھے تم شائد۔" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں وہیں تھا جناب۔"

"بھئی! چلو مجھے وہیں کے متعلق کچھ بتاؤ۔ ویسے میں ایک دوسرے آدمی سے بھی پوچھ سکتا تھا مگر اتفاق سے وہ پاگل ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر سلمان.... وہ ماناؤز کی جیفرسن ربر سپلائی کمپنی کا منیجر تھا۔ بڑا اچھا آدمی ہے، بیچارا پاگل ہو گیا۔"

"ڈاکٹر سلمان.... جیفرسن ربر سپلائی کمپنی....!" چینی اس طرح بڑبڑایا جیسے حافظے پر زور دے رہا ہو۔

"ہاں بیچارا ڈاکٹر سلمان! جو پچھلے تین سال تک ماناؤز کے پاگل خانے میں رہا۔ بڑے کام کا آدمی تھا۔ وہاں اس کی موجودگی میں مجھے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ لیکن وہ تین سال سے پاگل ہے۔"

"ڈاکٹر سلمان! وہی بچوں کی سی شکل والا پستہ قد بوڑھا تو نہیں؟" چینی نے پوچھا۔

"وہی وہی.... کیا تم اُسے جانتے ہو؟"

"جی ہاں جناب۔ لیکن مجھے یہ سن کر حیرت ہو رہی ہے کہ وہ پچھلے تین سال پاگل خانے رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"میری یادداشت بھی بُری نہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک سال قبل ہم دونوں ماناؤز کی ایک دعوت میں شریک ہوئے تھے اور وہ بالکل صحیح الدماغ تھا۔ اس کے بعد بھی ہم دونوں اکثر ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔"

"ہوگا.... مجھے یہی اطلاع ملی تھی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ "ہاں تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے مانا اُوز کے کس حصے میں زیادہ آرام ملے گا۔"

چینی نے اُسے مانا اُوز کے جغرافیائی حالات بتانے شروع کردیئے۔ بہرحال حمید کا تحیر لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی گیا کیونکہ ڈاکٹر سلمان کے متعلق ایک نئی بات معلوم ہوجانے کے بعد بھی فریدی نے اس کا تذکرہ نہیں چھیڑا۔

میزبان غائب

سرجنٹ حمید تین دن سے اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ فریدی کسی طرح اُسے کچھ بتادے، لیکن ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ ویسے اُسے یقین تھا کہ فریدی بہت کچھ جانتا ہے.... خصوصاً ڈاکٹر سلمان کی شخصیت تو اُس کے لئے ایک قسم کا عذاب بن کر رہ گئی تھی۔ وہ ہر وقت اسی کے متعلق سوچتا رہتا تھا۔ ڈاکٹر سلمان ایک معمہ تھا جو اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ناصر وغیرہ کا بیان تھا کہ وہ تین سال تک پاگل خانے میں رہ چکا ہے لیکن اس چینی نے اس کی تردید کردی تھی اور فریدی کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے اُسے چینی کے بیان پر یقین آگیا ہو۔

ادھر ہوٹل ڈی فرانس والے حادثے کے بعد سے ڈاکٹر سلمان پولیس اور مقامی اخبارات کی طبع آزمائی کے لئے ایک اچھا خاصا موضوع بن کر رہ گیا تھا۔ پولیس حقیقتاً چکر میں پڑ گئی تھی۔ ڈاکٹر سلمان کا پاسپورٹ کہتا تھا کہ وہ جنوبی امریکہ سے آیا ہے اور ڈاکٹر سلمان کا یہ عالم تھا کہ وہ جنوبی امریکہ کے نام پر لوگوں کو مارنے دوڑتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ لوگوں نے اُس کی چڑھ نکال لی ہے۔

اسے پولیس کے لئے ایک مستقل دردسر ہی کہنا چاہئے۔ اگر ہوٹل ڈی فرانس والا حادثہ نہ ہوتا تو خیر کوئی بات نہ تھی! کیونکہ آمیزن کے خطے سے اُسے سرکاری طور پر واپس کیا گیا تھا۔ وہاں کی حکومت نے یہاں کی حکومت کو صاف طور پر مطلع کردیا تھا کہ وہ ڈاکٹر سلمان کو اپنے یہاں کے شہری حقوق عطا کرنے سے معذور ہے۔ ڈاکٹر سلمان نے شائد پاگل ہونے سے قبل وہاں کی حکومت سے اس کے شہری حقوق حاصل کرنے کی درخواست کی تھی۔ وہاں کے کاغذات کے مطابق ڈاکٹر وہاں دس سال سے مقیم تھا اور وہاں کا قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ کسی

غیر ملکی پاگل کو وہاں رکھا جائے۔ کاغذات سے یہ بھی ثابت ہوتا تھا کہ اُس نے پاگل خانے میں تین سال گذارے تھے۔

یہ ساری باتیں حمید کے پیش نظر تھیں اور اس چینی کا بیان بھی اُسے نہ جانے کیوں غلط نہیں معلوم ہوتا تھا.... ہو سکتا ہے کہ اس پر یقین کر لینے کی خواہش غیر شعوری طور پر اس کے متعلق فریدی کے رویئے کی پابند رہی ہو۔

دوسری طرف ڈاکٹر سلمان بھی بنا ہوا پاگل نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اگر اُسے پاگل ہی بننا تھا تو وہ مکمل طور پر پاگل بنا ہوتا۔ دوسروں کو مستقل طور پر شبہے میں نہ رکھتا اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ اگر وہ پاگل بنا ہی تھا تو اُس کا مقصد کیا ہو سکتا تھا۔

ہوٹل ڈی فرانس والے حادثے کے متعلق پولیس تفتیش کر رہی تھی لیکن ابھی تک مجرم یا مجرموں کا سراغ نہیں ملا تھا۔ فریدی نے حمید کو سختی سے تاکید کر دی تھی کہ وہ اس کیس کے متعلق کسی سے کوئی گفتگو نہ کرے۔

حمید کو اس بات پر بھی حیرت تھی کہ فریدی نے ناصر سے اپنی اور ریستوران والے چینی کی گفتگو کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ ناصر کے گھر والے تو خاص طور پر اس مسئلے میں الجھے ہوئے تھے کہ آخر وہ پُر اسرار آدمی ڈاکٹر سلمان کے متعلق زرینہ کو کیا بتانا چاہتا تھا اور اُس نے اس کے لئے زرینہ ہی کا انتخاب کیوں کیا تھا؟

بہر حال حمید کو اس کیس میں ہر ہر قدم پر الجھاوے ہی الجھاوے نظر آ رہے تھے۔ اُسے سو فیصدی یقین تھا کہ ہوٹل ڈی فرانس کے حادثے کا ذمہ دار وانگ لی ہی تھا اور یہ بات فریدی نے بھی تسلیم کر لی تھی لیکن اُس کے باوجود بھی ابھی تک اس کے خلاف کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا۔ حمید کی دانست میں فریدی نہ تو خود ہی کچھ کر رہا تھا اور نہ پولیس ہی کو اس بات سے آگاہ کر دینے پر آمادہ نظر آتا تھا۔

لیکن وہ اس کیس سے بے تعلق بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس نے اس بار کرنل داراب کی دعوت قبول کر لی تھی اور اپنے ساتھ حمید کو بھی لے جا رہا تھا۔

بلاوا ساڑھے تین بجے شام کے لئے تھا اور پروگرام میں شام کی چائے اور رات کا کھانا بھی شامل تھا۔

وہ دونوں ٹھیک ساڑھے تین بجے گلزار پیلس کے سامنے پہنچ گئے۔ یہی داراب کی رہائش گاہ تھی۔ عمارت بڑی شاندار تھی اور اس کا نام "گلزار محل" قطعی نامناسب نہیں تھا۔

وہ ایک عظیم الشان پھاٹک سے گذر کر خاص عمارت میں داخل ہوئے۔ ایک ویٹر ان کی راہنمائی کر رہا تھا۔ پھر وہ ایک کافی وسیع کمرے کے سامنے پہنچے۔

یہاں ایک دوسرے ویٹر نے ان کے وزیٹنگ کارڈ پڑھ کر ان کے ناموں کا اعلان کیا۔ کمرے میں پندرہ بیس افراد موجود تھے لیکن نشستوں کی زیادتی کہہ رہی تھی کہ ابھی بہت سے مہمان باقی ہیں۔

حمید نے ایک قوی ہیکل بوڑھے کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ اس کا قد سات فٹ سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔ جسم گٹھا ہوا اور مضبوط تھا۔ چہرے پر گھنی سفید مونچھیں تھیں۔ شائد ان میں سے ایک بھی سیاہ بال نہیں تھا۔ سر کے بال بھی برف کی طرح سفید تھے اور ان کی سفیدی کہہ رہی تھی کہ وہ اسی سال سے کم نہیں۔ لیکن جسم کی بناوٹ کا تقاضا تھا کہ اُسے چالیس سال سے زیادہ سمجھنا مبالغہ آرائی ہوگی۔

"زہے قسمت.....!" وہ فریدی سے ہاتھ ملاتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ شائد آپ لوگ مجھے پسند نہیں کرتے۔"

اس نے حمید سے ہاتھ ملاتے وقت بھی اسی گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔ پھر وہ انہیں ایک میز پر لایا جہاں ایک خوبصورت عورت پہلے ہی سے بیٹھی تھی۔

"نادرہ ان سے ملو۔ آپ انسپکٹر فریدی ہیں اور آپ سرجنٹ حمید اور یہ میری لڑکی نادرہ ہے۔"

"آپ انسپکٹر فریدی۔" نادرہ نے حیرت سے کہا اور ان دونوں سے مصافحہ کر کے بیٹھتی ہوئی بولی۔ "اگر آپ ہی انسپکٹر فریدی ہیں تو.... آپ کے سارے کارنامے یقیناً معجزے تھے۔"

کرنل داراب بھی اُسی میز کے قریب بیٹھ گیا۔

فریدی نے عورت کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"میں اکثر افسوس کرتا تھا کہ آپ مجھے اس لائق نہیں سمجھتے تھے۔" کرنل داراب نے کہا۔

"مجھے شرمندگی ہے۔" فریدی بولا۔ "اب میں آپ سے کیا عرض کروں کہ کتنا مشغول رہتا ہوں۔"

"مشغولیت میں تو سبھی مبتلا رہتے ہیں۔" عورت نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن آدمی کا آدمی پر بھی تو کچھ حق ہوتا ہے۔"

"بہر حال آپ میری نیت پر شبہ نہیں کر سکتیں۔" فریدی کی مسکراہٹ بڑی لچکیلی تھی۔ "آج مجھے فرصت تھی اس لئے حاضر ہو گیا۔"

سچ مچ فریدی کی مسکراہٹ اتنی دلآویز تھی کہ حمید ہزار جان سے عاشق ہوتے ہوتے بچا اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگا کہ فریدی بالکل ہی بنجر نہیں ہے اور حسین چیزیں اس پر بھی اثر انداز ہو سکتی ہیں۔

کرنل داراب کی لڑکی نادرہ بڑی حسین تھی۔ حمید نے اس کی عمر کا اندازہ چوبیس پچیس کے لگ بھگ لگایا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی نکھری ہوئی رنگت کو برسات کی چاندنی سے تشبیہ دے یا جاڑوں کی چاندنی سے۔

"مجھے معاف کیجئے گا.... میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔" کرنل داراب اٹھتا ہوا بولا۔

"اوہ.... کوئی بات نہیں.... اکیلے ہم ہی تو نہیں ہیں۔" فریدی نے کہا۔

حمید کنکھیوں سے اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ کرنل داراب ایک ایسی میز کے قریب جا بیٹھا جہاں ضلع کا کلکٹر کچھ دوسرے افسروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ ہی انسپکٹر فریدی ہیں۔" نادرہ نے کہا۔

"کیوں؟" فریدی نے حیرت سے پوچھا۔

"میں سمجھتی تھی کہ آپ کم از کم ڈیڈی ہی کی طرح معمر ہوں گے.... اور انتہائی خوفناک.... ہر وقت تیوریوں پر بل پڑے رہتے ہوں گے..... لیکن نہ آپ معمر ہیں اور نہ خوفناک۔ عادتاً چڑچڑے بھی نہیں معلوم ہوتے۔"

پھر وہ حمید کی طرف دیکھنے لگی۔ نہ جانے کیوں حمید کا دل دھڑک رہا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنی پرکشش کیوں ہے؟ لیکن پھر خود اُسے ہی اپنے اس حماقت انگیز خیال پر ہنسی آ گئی۔ وہ کوئی فلسفی یا سائینٹسٹ تو تھا نہیں کہ کشش کے اسباب و علل پر غور کرتا۔ وہ تو حسن کا مداح تھا! آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکنے کا ماہر تھا اور یہ جانے بغیر اُن گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا کہ آنکھ کے پہلے پردے کو "اسکلے روٹک" دوسرے کو "کورائیڈ" اور تیسرے کو "رے ٹینا" کہتے ہیں۔

"اور آپ کو بھی میں کافی بھاری بھر کم سمجھتی تھی۔" اُس نے حمید سے کہا۔

"ارے نہیں صاحب! میں بھی یونہی ہوں۔" حمید نے شرما کر کہا۔

"میں آپ لوگوں سے ملنے کے لئے بُری طرح بیتاب تھی۔ لیکن میرے ذہن میں آپ دونوں کی جو تصویریں تھیں، ان سے میں خائف بھی رہتی تھی۔"

"خدا کرے اب آپ کا خوف رفع ہو گیا ہو۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"میں اب بالکل خائف نہیں.... آپ دونوں.... بہت.... اچھے ہیں۔"

"شکریہ۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر چائے سرو کرنے لگے۔ نادرہ اُسی میز پر بیٹھی رہی۔

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ویٹر نے پھر دو ناموں کا اعلان کیا اور حمید بے اختیار گھوم پڑا۔ یہ نام میجر ناصر اور ڈاکٹر سلمان کے تھے۔

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا لیکن اس کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔

"ڈاکٹر سلمان" نادرہ آہستہ سے بڑبڑائی اور ان دونوں نئے آنے والوں کو گھورنے لگی۔ پھر اُس نے معنی خیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھا۔

"یہ وہی ڈاکٹر سلمان تو نہیں ہے جس کے متعلق اخبارات میں آرہا ہے۔" اس نے کہا۔

"جی ہاں.... وہی ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"تو کیا ڈیڈی اسے جانتے ہیں۔" وہ اس طرح بڑبڑائی گویا خود سے مخاطب ہو۔

فریدی اور حمید خاموش رہے۔

کرنل داراب نے ناصر اور سلمان کا خیر مقدم بھی پُر جوش انداز میں کیا۔

"ان کا کیس تو بڑا دلچسپ ہے۔" نادرہ بولی۔

"لیکن مجھے اس میں کہیں بھی دلچسپی نظر نہیں آتی۔" فریدی نے کہا۔

کیوں....؟ کیا آپ ہوٹل ڈی فرانس کا حادثہ بھول گئے۔"

"یاد ہے لیکن میری نظروں میں اس کی بھی کوئی اہمیت نہیں۔ ایسے عشق و رقابت کے کھیل آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لڑکی نے صحیح بیان نہیں دیا۔ حالانکہ وہ میرے ایک عزیز دوست کی عزیزہ ہے لیکن حقیقت ہر حال میں حقیقت ہی رہتی ہے۔"

"حقیقت.....!"

"جی ہاں..... حقیقت یہ ہے کہ ہوٹل ڈی فرانس میں جل مرنے والا اس کا کوئی عاشق تھا اور وہ دراصل اس کے کسی دوسرے عاشق کی حرکت تھی۔ لڑکی نے بدنامی کے خیال سے ڈاکٹر سلمان والا افسانہ تراش لیا۔"

"نہیں.....!" نادرہ نے حیرت سے کہا۔

"یقین کیجئے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر مرنے والا زندہ ہوتا تو حقیقت سامنے آجاتی۔"

"تو پھر پولیس کیوں جھک مار رہی ہے۔"

"اس کی مرضی..... میں نے اپنے خیال سے سب کو آگاہ کر دیا ہے۔"

"عجیب بات ہے۔"

"قطعی نہیں! حالات نے اسے عجیب بنا دیا ہے۔"

"کیسے حالات۔"

"ڈاکٹر سلمان کا پاگل پن اور اس نامعلوم آدمی کی موت۔"

"میں پھر نہیں سمجھی۔"

"چھوڑیئے بھی" حمید اکتا کر بولا۔ "خوش مذاق عورتوں کو ایسی فضول باتوں میں نہ پڑنا چاہئے۔"

"اگر آپ کہتے ہیں تو میں چھوڑے دیتی ہوں۔" نادرہ نے مسکرا کر کہا۔

فریدی بھی ہنسنے لگا۔ حمید کو پھر حیرت ہوئی کہ فریدی کو ہنسی کیسے آئی۔ کیونکہ نادرہ نے یہ جملہ بڑے بھونڈے پن سے کہا تھا۔ لہجے میں بھی مزاح کا انداز نہیں تھا۔

"سلمان صاحب آپ کے دوست ہیں۔" نادرہ نے فریدی سے پوچھا۔

"جی نہیں..... میجر ناصر ہیں اور زرینہ ان کی بیوی کی بہن ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "کیا سلمان یہاں پہلی بار آیا ہے۔"

"جی ہاں..... میں نے تو پہلی ہی بار دیکھا ہے۔"

"اور ناصر.....!"

"وہ اکثر آئے ہیں..... ڈیڈی انہیں جانتے ہیں۔"

"اس کیس کے متعلق آپ کے ڈیڈی کا کیا خیال ہے۔"

"انہیں ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ تو صرف شطرنج کے ماہر ہیں۔ دن رات کسی نہ کسی کو پکڑے بساط بچھائے رہتے ہیں۔ ابھی دیکھئے گا چائے کے بعد وہ شطرنج ضرور نکالیں گے اور پھر کھانے کے وقت تک کھیلتے رہیں گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اور اسی دوران میں وانگ لی بھی کمرے میں دکھائی دیا۔

"آپ کے ڈیڈی کی چینیوں سے بھی دوستی ہے۔" فریدی نے نادرہ سے پوچھا۔

"نہیں تو.... اوہ.... وہ.... وہ تو اپنا وانگ ہے۔ ڈیڈی کا پرائیویٹ سیکریٹری۔"

"اوہ... اچھا.... "فریدی مسکرا کر بولا۔ "کرنل صاحب بڑے باذوق آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"کیوں!"

"چینی لوگ بڑے اچھے پرائیویٹ سیکریٹری ثابت ہوتے ہیں۔"

"مگر وانگ لی تو پکا حرامزاہ ہے۔" نادرہ ہنسنے لگی۔

"کیوں؟"

"وہ مجھ میں اور ڈیڈی میں اکثر لڑائی کرادیتا ہے۔"

"وہ کس طرح۔"

"بہتیرے طریقے ہیں۔"

"آپ نے کبھی دو چینیوں کو آپس میں گفتگو کرتے سنا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"روز ہی سنتی ہوں۔ ہمارا ڈرائیور بھی چینی ہے۔ تیہ چن....!" وہ ہنس کر بولی۔ "بتائیے تیہ چن کے کیا معنی ہوتے ہیں۔"

"دوسرا پکا حرامزادہ۔" حمید نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور نادرہ بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

"کبھی چار پانچ چینیوں کو اکٹھا دیکھئے۔" فریدی نے کہا۔ "اس طرح چیاؤں چیاؤں کرتے ہیں کہ کتے کے پلے یاد آجاتے ہیں۔ ان دونوں کے دوست تو آئے ہی رہتے ہوں گے۔"

"جی نہیں! یہاں تو کوئی نہیں آتا۔" نادرہ نے کہا۔

"کبھی انہیں ایک جگہ دیکھئے۔ بڑا لطف آئے گا۔"

حمید نے کرنل داراب کو پھر اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ خالی کرسی پر بیٹھ کر ڈاکٹر سلمان کی طرف دیکھتا ہوا فریدی سے بولا۔

"یہ حضرت مجھے پاگل تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"نہیں! بالکل پاگل نہیں ہے۔ صرف یادداشت کھو بیٹھا ہے۔"

"مگر وہ تو ابھی انگلینڈ اور فرانس کی باتیں کر رہا تھا۔" کرنل داراب نے کہا۔ "اگر یادداشت کھو بیٹھا ہوتا تو اسے اپنی پچھلی زندگی کے متعلق کچھ بھی نہ یاد ہوتا۔"

"ایسا بھی ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "وہ صرف اپنی جنوبی امریکہ کی رہائش کے متعلق بھول گیا ہے۔"

"ممکن ہے! اس قسم کے کیس بھی ذہنی امراض کے سلسلے میں ملتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسے حادثے کا شکار ہوا ہو جو بھلا ہی دینے کے قابل رہا ہو۔ جس حادثے کے بعد اس نے یہ سوچا ہو کہ کاش وہ جنوبی امریکہ میں نہ ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ حادثہ اس کے اکلوتے بیٹے کی گمشدگی ہو۔ ناصر میرا دوست ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ اس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ لیکن خود سلمان اس سے انکار کرتا ہے۔ مگر اسکے لڑکے کی پیدائش یہیں ہوئی تھی اور دوسروں کو وہ اچھی طرح یاد ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو واقعی بیچارہ قابل رحم ہے۔"

چائے ختم ہوگئی اور مہمان مختلف قسم کے تفریحات میں مشغول ہوگئے۔ کچھ بلیرڈ روم میں بلیرڈ کھیل رہے تھے۔ بعض برج کھیلنے میں مصروف ہوگئے۔ کچھ صرف باتیں کر رہے تھے۔ ایک گوشے میں ایک شاعر اپنا کلام سنا رہا تھا اور ایک صاحب نے لڑکیوں کے ہاتھ دیکھ کر ان کی قسمتوں کا حال بتانا شروع کر دیا تھا۔

کرنل داراب فریدی وغیرہ کے پاس سے اٹھ کر کہیں اور چلا گیا تھا لیکن نادرہ اب تک ان کے ساتھ تھی۔ اکثر لوگوں نے اُسے اپنے کھیلوں میں شریک کرنا چاہا لیکن اسے ان کھیلوں سے زیادہ حمید کے چٹکلوں میں مزہ آرہا تھا اور حمید نے بھی نہ جانے کیوں یہ طے کر لیا تھا کہ وہ آج ہی اپنے لطیفوں کا ذخیرہ ختم کر دے گا۔

انہیں تفریحات میں آٹھ بج گئے اور پھر کھانے کا گانگ بجا۔

ڈائینگ روم میں بھی بڑا اچھا انتظام تھا۔ جب لوگ اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تو انہیں خیال آیا کہ ایک کرسی خالی ہے اور یہ خالی کرسی خود صاحب خانہ یعنی کرنل داراب کی تھی۔

تین چار منٹ انتظار کرنے کے بعد پھر گانگ بجایا گیا۔ لیکن کرنل داراب نہ آیا۔

نادرہ وانگ لی کے ساتھ اٹھ گئی۔ دو ایک ایسے لوگ بھی اٹھ گئے جو شائد گھر والوں سے بہت زیادہ بے تکلف تھے۔

دو منٹ گذر گئے۔ لیکن وہ لوگ واپس نہ آئے۔ مہمانوں میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ دفعتاً ایک آدمی چیختا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"کسی نے کرنل کو چھری مار دی۔" اس نے چیخ کر کہا اور پھر الٹے پاؤں کمرے سے نکل گیا۔

لوگ اٹھ اٹھ کر اُس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ فریدی اور حمید بھی اٹھے۔

کرنل داراب ایک کمرے میں اوندھا پڑا تھا اور اُس کے داہنے کاندھے میں ایک خنجر پیوست تھا۔ اسی کے قریب نادرہ بھی پڑی ہوئی تھی۔ شاید وہ اُسے اس حال میں دیکھ کر بیہوش ہو گئی تھی۔

فریدی آگے بڑھ کر کرنل پر جھک گیا۔

عجیب لڑکی

وانگ لی بھوکے شیر کی طرح غرا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی زبان سے کچھ کہتا بھی جا رہا تھا اور آخر کار اس نے انگریزی میں ایک بہت بڑی قسم کھائی وہ اپنے مالک پر حملہ کرنے والے کو زندہ نہ چھوڑے گا۔

پھر اس نے بیہوش نادرہ کو اٹھا کر ایک صوفے پر ڈال دیا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے سر اٹھا کر کہا۔ "زخم گہرا نہیں ہے۔"

پولیس ہسپتال کا ڈاکٹر آگے بڑھا اور فریدی ایک طرف ہٹ گیا۔

ڈاکٹر نے جیسے ہی خنجر اُس کے شانے سے نکالا۔ کرنل داراب کو ہوش آ گیا۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی اور اس نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

"کوٹ اتار لیجئے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

کرنل داراب نے کوٹ اتار کر اپنا بایاں شانہ کھول دیا۔ خون بہہ رہا تھا۔

"فرسٹ ایڈ کا بکس۔" کرنل داراب نے وانگ لی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کون تھا.... یہ کیا ہوا۔" کلکٹر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ارے!" کرنل داراب کی نظریں بیہوش نادرہ کی طرف اٹھ گئیں۔ "اسے کیا ہوا؟" وہ بے تابانہ انداز میں اٹھ کر اُس کی طرف جھپٹا۔

"اوہو.....!" کچھ نہیں ڈاکٹر اسے پکڑتا ہوا بولا۔ "بیہوش ہوگئی ہیں۔ ٹھیک ہو جائیں گی۔ آپ بیٹھئے۔ حرکت کرنے سے خون زیادہ نکل جائے گا۔"

"پہلے اُسے ہوش میں لایئے.... میں ٹھیک ہوں۔"

وانگ فرسٹ ایڈ کا بکس لے آیا۔ پولیس ہسپتال کا ڈاکٹر مرہم پٹی کرنے لگا۔

"کون تھا؟" کلکٹر نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" کرنل بولا۔ "میں اسے دیکھ نہیں سکا۔ اس نے پیچھے سے حملہ کیا تھا۔"

"آپ اس کمرے میں کس وقت آئے تھے۔"

کرنل اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھنے لگا۔

"شائد بیس منٹ پہلے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کسی پر شبہ ہے۔"

"نہیں میرے نوکروں میں سے کوئی ایسا نہیں ہو سکتا۔"

حمید نے معنی خیز انداز میں فریدی کی طرف دیکھا، جس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ تھی۔ وہ سامنے والی میز کے نیچے کچھ دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی نظریں وہاں سے ہٹالیں۔ حمید نے بھی ادھر دیکھا لیکن اُسے میز کے نیچے کوئی خاص چیز دکھائی نہ دی۔

"خنجر کے دستے پر نشانات ہوں گے۔" ڈی۔ ایس۔ پی سٹی نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کی انگلیوں کے۔" فریدی نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔

"جی....!" ڈاکٹر چونک کر اُس کی طرف مڑا۔

"اوہو! میرا مطلب یہ نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر اس پر نشانات رہے بھی ہوں گے تو اب انہیں آپ کی انگلیوں نے ناقابل شناخت بنادیا ہوگا۔"

"تو آپ ہاتھ لگانے سے قبل خاموش کیوں رہے تھے۔" ڈی۔ ایس۔ پی سٹی نے بگڑ کر پوچھا۔

"بھلا میں آپ کے سامنے کیا زبان کھولتا۔" فریدی نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ اپنا لہجہ ٹھیک کیجئے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت وردی میں نہیں ہیں اور نہ میں ڈیوٹی پر ہوں۔"

"بیکار کی بحث....!" کلکٹر نے دخل اندازی کی۔

دونوں خاموش ہوگئے۔ ڈی۔ایس۔پی سٹی اسے کھا جانے والے انداز میں گھور رہا تھا اور فریدی کے ہونٹوں پر وہی جھنجھلاہٹ پیدا کر دینے والی مسکراہٹ تھی جس کی موجودگی میں اس کے بعض آفیسروں کو احساس کمتری ہونے لگتا تھا۔

"فریدی صاحب۔" کرنل نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ "یہ دوسرا حملہ ہے۔ آج سے پندرہ دن قبل کسی نے مجھ پر پائیں باغ میں گولی چلائی تھی۔"

"اوہ....!" فریدی حیرت سے بولا۔ "اور آپ نے پولیس کو مطلع نہیں کیا۔"

"جی نہیں.... میں خود اس بات کا پتہ لگانا چاہتا تھا کہ حملہ آور کون تھا اور اس نے ایسی حرکت کیوں کی تھی۔"

"اس رازداری کی کوئی خاص وجہ تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... اگر میں رپورٹ بھی کرتا تو آپ لوگ یہی پوچھتے کہ کسی پر شبہ تو نہیں۔ میں کیا بتاتا۔ نادرہ.... نادرہ کہاں ہے۔"

"وانگ انہیں ان کے بیڈروم میں لے گیا ہے۔" ایک نوکر نے کہا۔

"ہوش آیا۔"

"جی ہاں.... اب وانگ نے انہیں سلا دیا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے۔" کرنل نے ڈریسنگ ہو جانے کے بعد کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔ "چلئے اب کھانے میں دیر نہ ہونی چاہئے۔"

"میرے خیال سے آپ آرام کیجئے۔" کسی نے کہا۔

"مجھے کوئی خاص تکلیف نہیں ہے۔" کرنل نے لاپروائی سے کہا۔

اس دوران میں ڈی۔ایس۔پی سٹی کمرے میں رکھی ہوئی چیزوں کا اس طرح جائزہ لیتا پھر رہا تھا جیسے اُسے ان میں سے کسی پر شبہ ہو۔

حمید کو اس بات پر حیرت تھی کہ آخر فریدی کیوں خاموش ہے۔

"یہاں سوائے کشت و خون کے اور کچھ نہیں۔" ڈاکٹر سلمان بڑبڑا رہا تھا۔ "ہمارے یہاں

سے انسانیت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ اب بھی اگر لوگ ہوش میں آجائیں تو بہتر ہے۔ یہ ناممکن ہے تو پھر خون پانی کی طرح بہتا رہے گا۔" ڈاکٹر سلمان بولا۔ "دنیا سرائے فانی ہے۔ چار دن کی زندگی میں ہٹ دھرمیاں اپنے ہی ہاتھوں اپنا گلا گھونٹتی ہیں۔"

"اونہہ سب چلتا ہے۔" کرنل نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ "میں ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہوں۔"

"ایک مصور شیطان کو بناتا ہے۔" ڈاکٹر سلمان بولا۔ "دوسرے اُسے دیکھ کر ڈرتے ہیں لیکن! مصور نہیں ڈرتا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" کرنل نے اُسے گھور کر کہا۔

"اگر باتیں سمجھ میں آجائیں تو پھر وہ باتیں نہیں رہتیں۔" ڈاکٹر سلمان نے احمقوں کی طرح ہنس کر کہا اور پھر وہ کسی شریر بچے کی طرح اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مسکرانے لگا۔

مقامی حکام اسے گھور رہے تھے۔

سب لوگ ڈائننگ روم کی طرف چل پڑے۔ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی نے کرنل کو روک لیا۔ فریدی اور حمید ان کے پیچھے تھے۔

"آپ نے اس پاگل کو کیوں مدعو کیا ہے۔" اس نے کرنل سے پوچھا۔

"یونہی تفریحاً! میں اُسے دیکھنا چاہتا تھا۔ میجر ناصر سے میری جان پہچان ہے۔"

"لوگ کہتے ہیں کہ وہ صرف جنوبی امریکہ کے معاملے میں پاگل ہے۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔ "لیکن وہ ابھی ہوشمندی کی باتیں کر رہا تھا۔"

فریدی اور حمید کچھ بولے بغیر کمرے سے باہر نکل آئے۔ انکے بعد کرنل اور ڈی۔ ایس۔ پی بھی نکلے۔

کھانے کی میز پر لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے۔

کھانے کی ٹرالی آئی۔ لوگ اپنی پلیٹیں سیدھی کرنے لگے۔ دفعتاً ڈاکٹر سلمان کی پلیٹ پر ایک بلی کودی اور پلیٹ کے کئی ٹکڑے ہوگئے۔

لوگ پہلے چونکے پھر ہنسنے لگے۔ حمید نے محسوس کیا کہ فریدی ایک روشندان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ پھر اس کی نظریں ٹوٹی ہوئی پلیٹ سے گذرتی ہوئی سلمان کے چہرے پر جم گئیں۔

بلی جو شائد پالتو تھی اس کے بعد میز پر بیٹھی "میاؤں میاؤں" کرتی رہی۔

"مردود کم بخت۔" کرنل نے گردن سے پکڑ کر بلی کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب کے لئے دوسری پلیٹ لگاؤ۔"

"آپ کے چوٹ تو نہیں آئی۔" فریدی نے میز پر ہاتھ ٹیک کر سلمان کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں.... شکریہ۔"

فریدی پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ ایک نوکر نے ڈاکٹر سلمان کے سامنے سے ٹوٹی ہوئی پلیٹ کے ٹکڑے ہٹا دیئے۔

ڈاکٹر سلمان نے مسکرا کر کرنل داراب کی طرف دیکھا۔

"اس بلی نے کس کا راستہ کاٹا۔" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔

"اوہ چچا جان۔" میجر ناصر نے جلدی سے اُسے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ "کرنل صاحب بلیوں کے بہت شائق ہیں۔"

"مجھے بھی بلیوں سے دلچسپی ہے۔" ڈاکٹر سلمان نے بچوں کی طرح خوش ہو کر کہا۔

پھر لوگ کھانے میں مشغول ہو گئے۔ حمید کے سامنے ایک لڑکی تھی جس نے سنہری فریم کی سبک سی عینک لگا رکھی تھی اور جب وہ عینک سے اُسے دیکھتی تو اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے دل کی بینائی بڑھ رہی ہو۔ لیکن وہ ڈاکٹر سلمان اور کرنل داراب کی بے تکی گفتگو کے متعلق بھی سوچ رہا تھا۔ کیا وہ گفتگو بامعنی تھی۔ آخر کرنل داراب پر حملہ کس نے کیا تھا.... کیا؟ ڈاکٹر سلمان؟ مگر وہ تو اُن ہی لوگوں کے پاس موجود تھا۔

حمید نے کرنل داراب کی طرف دیکھا۔ وہ اتنے اطمینان سے کھانا کھا رہا تھا جیسے کچھ دیر قبل کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

حمید اس لڑکی کے متعلق بھی سوچ رہا تھا جسے وانگ نے سلا دیا تھا اور اس کا اس طرح چپ چاپ سو جانا حمید کو بڑا غیر فطری سا معلوم ہو رہا تھا۔ اُسے نوکر کی بات اچھی طرح یاد تھی۔ اس نے یہی تو کہا تھا کہ نادرہ ہوش میں آگئی تھی لیکن وانگ نے اُسے سلا دیا ہے۔

حمید فریدی کی آواز سن کر چونکا۔ وہ کرنل داراب سے کہہ رہا تھا۔

"نادرہ صاحبہ نہیں آئیں۔"

"اوہ....!" کرنل داراب نے وانگ کی طرف گھور کر دیکھا۔

"میں نے انہیں سلا دیا۔" وانگ نے کہا۔ "میں جانتا تھا کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد رات بھر روتی رہیں گی۔ اس لئے میں نے اسے مارفیا کا انجکشن دے دیا۔"

"تم نے اچھا کیا؟" کرنل داراب اپنی پلیٹ کیطرف متوجہ ہوتا ہوا بولا۔ "نادرہ بہت روتی ہے۔"

"مگر مارفیا تو ان کے سسٹم پر بہت بُرا اثر ڈالے گا۔" فریدی نے کہا۔

"جانتا ہوں! مگر کیا کروں۔ وہ رونا شروع کرتی ہے تو کسی چھ ماہ کے بچے کی طرح روتی ہی چلی جاتی ہے۔" کرنل نے کہا۔

"اور نتیجہ غشی ہوتا ہے۔" وانگ نے ٹکرا لگایا۔

فریدی بھی کھانے میں مشغول ہو گیا۔

حمید کو حیرت تھی کہ کرنل اس دوران میں نہ تو ایک بار بھی کراہا اور نہ اس کے چہرے ہی سے تکلیف کے آثار ظاہر ہوئے۔ شائد دوسرے لوگ بھی اس پر متحیر تھے، لہٰذا کسی نے کہا۔

"کرنل صاحب کی مضبوطی کی داد دینی پڑتی ہے۔ میں تو کم از کم چار دن پلنگ سے نہ اٹھ پاتا۔"

"میرا پورا جسم گولیوں سے چھلنی ہے۔" کرنل نے مسکرا کر کہا۔

اس پر ڈاکٹر سلمان نے جھوم کر شعر پڑھا۔

"سنگ و آہن بے نیاز غم نہیں
دیکھ ہر دیوار و در سے سر نہ مار"

لوگ اسے گھورنے لگے۔ ناصر نے کچھ کہنا چاہا لیکن ڈاکٹر سلمان نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روک کر سنجیدگی سے کہا۔ "کیا لوگوں کو یہ شعر پسند نہیں آیا۔"

"لیکن یہ کون سا موقع تھا۔" ڈی۔ ایس۔ پی جھنجھلا کر بولا۔

"ہر اچھا شعر موقع محل سے بے نیاز ہوتا ہے۔" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔

پتہ نہیں کدھر سے آواز آئی، حمید محسوس نہ کر سکا کیونکہ اس آواز کا فوری ردعمل چونکا دینے والا تھا۔ اس لئے اس کا ذہن اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ہوا یہ کہ کسی نے دبی زبان سے جنوبی امریکہ کا نام لے لیا۔ اچانک ڈاکٹر سلمان نے ایک چیخ ماری اور اپنی پلیٹ میز پر پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔

"جاہل ہو، کمینے ہو۔" وہ مجمع کو گھورتا ہوا پھر چیخا۔ "تم نے میری چڑھ نکال لی ہے۔"

پھر وہ اس طرح پیچھے ہٹا کہ اس کی کرسی الٹ گئی، لیکن وہ خود نہیں گرا۔

حیرت زدہ مہمان اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھ رہے تھے۔ شائد پندرہ بیس منٹ تک خاموشی رہی پھر ناصر گلا صاف کر کے اٹھتا ہوا بولا۔ "میں انہیں.... نہیں لانا چاہتا تھا.... مگر کرنل صاحب نے۔"

"مجھے افسوس ہے۔" کرنل نے آہستہ سے کہا۔ "جنوبی امریکہ کا نام ناحق لیا گیا۔"

ناصر بھی کھانا چھوڑ کر ڈاکٹر سلمان کے پیچھے چلا گیا۔

ناصر کے جانے کے بعد کمرے میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ کرنل کے چہرے پر گہرے تفکر اور خجالت کے آثار تھے۔ جوں توں کھانا ختم ہوا اور وہ لوگ کافی پینے کے لئے برآمدے میں آبیٹھے۔

"بڑے افسوس کی بات ہے۔" کلکٹر نے ڈی۔ایس۔پی سے کہا۔ "ہماری موجودگی میں اس قسم کی کوئی واردات ہو جائے۔"

"اوہ.... جانے بھی دیجئے۔" کرنل نے کہا۔ "مجھے آج کی دعوت برباد ہونے کا افسوس ہے۔ ڈاکٹر سلمان ناراض ہو کر چلے گئے۔"

"یہ شخص میرے لئے کم از کم معمہ بن کر رہ گیا ہے۔" ڈی۔ایس۔پی نے کہا۔

"اسے پاگل کون کہے گا۔" کلکٹر نے کہا۔

"کیا ممکن نہیں کہ ہم میں ہی سے کسی نے کرنل صاحب پر حملہ کیا ہو۔" فریدی کی آواز سنائی دی اور یک بیک سناٹا چھا گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے سب کو کوئی گندی سی گالی دے دی ہو۔

"غالباً آپ نے یہ جملہ کہنے سے پہلے یہ بھی سوچ لیا ہو گا کہ یہاں کون کون موجود ہے۔" ڈی۔ایس۔پی نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

ایک آفیسر بُری طرح بھنا گیا۔ یہ اسسٹنٹ اکسائز کمشنر تھا۔ اس نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"کیا میں محکمہ سراغ رسانی کے لائق انسپکٹر سے یہ پوچھ سکوں گا کہ ہم میں سے کوئی کرنل پر کیوں حملہ کرنے لگا۔"

"اوہو! آپ لوگ خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔ میں نے تو محض ایک امکانی بات کہی تھی۔" فریدی بولا۔

"مسٹر فریدی۔" کرنل ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ ایک بیکار بحث ہے۔ کمشنر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بات کو یہیں ختم کر دیا جائے۔"

"کیا آپ حملہ آور سے واقف ہیں۔" فریدی نے اچانک پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"تب تو پھر واقعی آپ کی انسانیت اس قابل ہے کہ پوجی جائے۔ آپ یہ بھی نہیں چاہتے کہ حملہ آور کا پتہ لگا کر اسے سزا دی جائے۔"

حمید کے کان کھڑے ہو گئے اور ساتھ ہی کان کھڑے ہو جانے کا محاورہ بھی اُس کے ذہن میں گونجا۔ لیکن بات ایسی چھڑ گئی تھی کہ وہ اس مضحکہ خیز محاورے کے کمزور پہلوؤں پر ذہنی جمناسٹک نہ کر سکا۔ کرنل خاموش ہو گیا اور فریدی کہہ رہا تھا۔ "یا پھر یہ بات ہے کہ آپ حملہ آور سے واقف ہیں اور اسے بچانا چاہتے ہیں۔ انداز سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اس واقعے کی باقاعدہ رپورٹ بھی نہ درج کرائیں گے۔"

"رپورٹ.... اوہ.... ہاں۔" کرنل اس طرح بولا جیسے یک بیک نیند سے چونکا ہو۔ "رپورٹ ضرور درج کرائی جائے گی..... میں تو یہ کہہ رہا تھا۔ فی الحال اس مسئلے کو بھول جانا چاہئے۔ آج کی ساری تفریح ویسے ہی برباد ہو چکی ہے۔"

"یہ دوسری صورت ہے۔" کرنل فریدی نے کہا۔ "اچھا اب میں اجازت چاہوں گا۔"

"ارے! ابھی سے۔" کرنل نے کہا۔

"جی ہاں.... پھر کبھی حاضر ہوں گا۔"

"ضرور ضرور.... میں عرصہ سے آپ کی صحبت کا متمنی ہوں۔"

سرجنٹ حمید بھی کھڑا ہو گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ابھی اٹھنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ عینک والی لڑکی بڑے دلآویز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

وہ دونوں پھاٹک کے قریب آئے لیکن فریدی باہر نکلنے کی بجائے داہنی طرف مڑ گیا۔ مہندی کی قد آدم باڑھ ان کے لئے ایک اچھی خاصی دیوار تھی۔ وہ برآمدے میں بیٹھے ہوئے۔

مہمانوں کے قہقہے صاف سن رہے تھے لیکن اس طرف اندھیرا ہونے کی وجہ سے فریدی دیکھ لئے جانے کے خوف سے بے پرواہ ہو کر آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ جلد ہی عمارت کے داہنے بازو کی پشت پر پہنچ گئے۔ حمید خاموشی سے فریدی کا ساتھ دے رہا تھا لیکن اسے الجھن ہو رہی تھی کہ اچانک ایک بے نام سا خوف اس کے ذہن پر مسلط ہو گیا تھا۔

اب فریدی دیوار سے لگ کر چل رہا تھا اور حمید سوچ رہا تھا کہ اگر کسی خوش اخلاق کتے سے ملاقات ہو گئی تو مزا ہی آجائے گا۔ وہ ایک ایسی کھڑکی کے قریب رک گیا جس کے شیشوں میں روشنی نظر آرہی تھی۔ یہاں حمید نے کسی عورت کے دبے دبے سے قہقہے کی آواز سنی۔

فریدی کھڑکی کے قریب سے ہٹ آیا۔ غالباً یہ حمید کے لئے اشارہ تھا۔ حمید نے جھانک کر دیکھا۔

نادرہ ایک مسہری پر بیٹھی بُری طرح ہنس رہی تھی اور کرنل داراب کا ڈرائیور تیہ چن آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

فریدی واپس جانے کے لئے مڑا۔ مڑنے کے انداز میں ایسی بیسا ختگی تھی کہ حمید کو ہنسی آگئی اسے ایسا معلوم ہوا جیسے فریدی نے اپنی بیوی کو کسی غیر سے محو اختلاط دیکھ لیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کی کیڈی سومرسٹ اسٹریٹ کی طرف واپس ہو رہی تھی۔

"آخر آپ بُرا کیوں مان گئے۔" حمید نے کہا۔

"اسے وانگ نے مورفیا کا انجکشن دے کر سلا دیا تھا نا۔" فریدی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"آخر معاملہ کیا تھا۔ کرنل داراب نے اس حملے کو کوئی اہمیت کیوں نہیں دی۔"

"مائی ڈیئر حمید! بلکہ حمید میرے عزیز! کیا تم نادرہ سے عشق نہ کرو گے۔"

"آپ کے کہنے سے تو کبھی نہ کروں گا! کیا معاملہ ہے؟"

"معاملہ نہیں بلکہ معاملات ہیں۔ ان میں ایک معاملہ گھر پہنچ کر پیش کروں گا اور تم چونی والے تماشائیوں کی طرح تالیاں بجاؤ گے۔"

"کیا....؟ کوئی خاص بات۔"

"تم خود ہی اندازہ لگالو گے۔ بہت ممکن ہے کہ میرے کیبل کا بھی جواب آگیا ہو۔"

"کیبل! کیوں.... کیا کوئی خاص بات۔"

"تم شائد اونگھ رہے ہو! اگر اب تم نے تیسری بار کسی خاص بات کا مطالبہ کیا تو چانٹا مار دونگا۔"

"جہنم میں گئی خاص بات۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "میں یہ سوچ رہا ہوں کہ نادرہ مورفیا کے انجکشن کے باوجود بھی کیوں جاگ رہی تھی۔ اس کے باپ کو کسی نے چھرا مار دیا تھا اور وہ اتنے اطمینان سے قہقہے لگا رہی تھی جیسے وہ محض مذاق رہا ہو۔ وہ اُسے دیکھنے کے لئے بھی نہیں آئی تھی اور آپ کے کیبل کا جواب....! وہ گیا جہنم میں۔ کیونکہ اس کے متعلق مجھے حشر تک کچھ نہ معلوم ہو سکے گا اور میں نے نادرہ سے عشق کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

حیرت انگیز انکشاف

حمید راستے بھر اوٹ پٹانگ باتیں بکتا رہا۔ فریدی خاموش رہا۔ گھر پہنچ کر فریدی نے کہا۔

"ریفریجریٹر سے دودھ کی ایک باتل نکال لاؤ۔"

"ہائیں دودھ پئیں گے آپ۔"

فریدی نے نوکر کو آواز دی، جو غالباً خواب گاہ میں اس کا بستر درست کر رہا تھا۔

"دیکھو! دو پیالے! ایک دودھ کی بوتل لاؤ اور شکور سے کہو کہ کتے خانے سے دو پلے اٹھا لائے۔"

حمید نے آنکھیں پھاڑ کر فریدی کو دیکھا اور اپنی گدی سہلانے لگا۔ نوکر چلا گیا اور فریدی پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

"اب آپ مجھ سے شتر مرغ کی بولی بولنے کے لئے تو نہ کہیں گے۔" حمید نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تمہیں ابھی گدھے کی طرح چیخنا پڑے گا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"بہتر ہے! شب بخیر۔" حمید اپنے کمرے کی جانب مڑ کر بولا۔ "مجھے کتے کے پلوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"ٹھہرو فرزند! ابھی شائد ہمیں پھر ایک معمولی سا سفر کرنا پڑے۔"

"میں جھک مارنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ابھی مجھے نقشہ عشق ترتیب دینا ہے۔"

"نقشہ عشق! میں نہیں سمجھا۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

"فضول ہے۔" حمید فریدی کے لہجے کی نقل اتارتا ہوا بولا۔ "میں وقت سے پہلے کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"خوب....!" فریدی جواباً مسکرایا۔

حمید کچھ اور کہنے جارہا تھا کہ نوکر مطلوبہ چیزیں لے کر آ گیا۔

"اندر رکھو۔" فریدی نے خواب گاہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ پھر حمید سے بولا۔ "ہاں تو حمید صاحب پلوں کے آتے ہی کھیل شروع ہو جائے گا۔"

"اور اس کے بعد آپ کتوں کو کاٹنے دوڑیں گے۔" حمید نے بیزاری سے کہا۔

راہداری میں پلوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ فریدی کمرے میں چلا گیا۔ حمید باہر ہی کھڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ فریدی کیا کرنے جارہا ہے۔ وہ اس سے قبل بھی فریدی کو جانوروں پر مختلف قسم کے تجربات کرتے دیکھ چکا تھا۔ مگر اس وقت کی بات ہی الگ تھی۔ آخر اچانک اس وقت اُسے کسی قسم کے تجربات کا خیال کیوں آیا۔

کتے کے پلے فریدی کے پاس پہنچا دیئے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے حمید کو آواز دی۔

حمید نے اندر پہنچ کر پلوں کو دودھ پیتے دیکھا۔ دونوں الگ الگ اپنے سامنے رکھے ہوئے پیالوں پر ٹوٹے پڑ رہے تھے اور فریدی بڑے انہماک سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ کسی آنجہانی قسم کے کتے کی یاد ہیں۔"

حمید جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ ایک پلا خود بخود اچھل کر دور جا گرا اور پھر کسی ذبح کئے ہوئے مرغ کی طرح تڑپنے لگا۔ دوسرا پلا بدستور دودھ پیتا رہا۔

گر کر تڑپنے والا پلا اپنے پیالے کا آدھا دودھ بھی نہیں پی سکا تھا۔ وہ شائد آدھے منٹ تک تڑپتا رہا پھر ساکت ہو گیا۔

فریدی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔ پھر اس نے اُسے دو تین بار جھنجھوڑا لیکن اس نے جنبش بھی نہ کی۔

"ختم ہو گیا۔" فریدی حمید کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا۔

دوسرا پلا پہلے ہی جیسے انہماک کے ساتھ دودھ پی رہا تھا۔

حمید کو حیرت ضرور ہوئی لیکن وہ اس وقت نہ جانے کیوں فریدی کو غصہ دلانا چاہتا تھا۔

"اب آپ دوسرے پلے کو اس کی موت پر رونے کے لئے مجبور کریں گے۔" اس نے کہا۔

"نہیں تمہاری عقل پر۔" فریدی کا لہجہ خشک تھا۔

اُس نے ختم ہو جانے والے پلے کے پیالے سے کوئی سفید سی چیز نکال کر فرش پر ڈال دی۔

"یہ کیا؟" حمید چونک کر بولا۔

"اس پلیٹ کا ٹکڑا جس پر بلی کو دی تھی۔"

"کیا.... ؟" حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں فرزند....!" فریدی مسکرا کر بولا۔"اسی پلیٹ کا ٹکڑا جو ڈاکٹر سلمان کے آگے رکھی ہوئی تھی۔"

"مگر وہ تو خالی تھی۔"

"تو اس سے کیا ہوا۔ بعض زہر ایسے بھی ہیں جن کا محلول خشک ہو جانے کے بعد بھی کار آمد رہتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس پلیٹ میں کسی زہر کا محلول لگا کر خشک کر لیا گیا تھا۔ اگر ڈاکٹر سلمان اس پلیٹ میں کھالیتا تو ہمیں اس تجربے کا موقع نہ ملتا۔"

"تو اسکا یہ مطلب ہوا کہ کوئی کرنل اور ڈاکٹر دونوں کا خاتمہ کر دینے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔"

"چلو! تم نے بھی یہی سوچا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔"جب تمہارا بھی یہی خیال ہے تو کوئی عام آدمی تو نہایت آسانی سے دھوکا کھا سکتا تھا۔ اب ذرا یہ سوچو کہ ڈاکٹر سلمان کھانا کھاتے وقت مر جاتا تو کیا ہوتا۔"

"ہمیں اور زیادہ تیز رفتاری سے جھک مارنا پڑتی۔" حمید نے جل کر کہا۔ وہ دراصل یہ چاہتا تھا کہ فریدی اسے سب کچھ بتا دے۔

"ٹھیک کہتے ہو۔" فریدی نے کہا۔"تمہاری جھک سچ مچ ماری جاتی کیونکہ تم ڈاکٹر سلمان کے قریب بیٹھے تھے۔"

"کیوں؟ اس سے کیا ہوا؟"

"بہت کچھ ہوا حمید صاحب۔" فریدی نے بجھا ہوا سگار سلگا کر کہا۔"جب وہ اس طرح کھانا

کھاتے مرجاتا تو اس کی پلیٹ میں پڑے ہوئے کھانے کا تجزیہ کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ پلیٹ خالی تھی اس لئے پورے کھانے کا زہر آلود ہونا ثابت ہوتا۔ لیکن وہی کھانا تو دوسرے بھی کھا رہے ہوتے۔ اس لئے یہ بات ثابت ہو جاتی کہ زہر صرف اسی کی پلیٹ میں ملایا گیا تھا۔ پھر اس کی دو صورتیں ہوتیں یا تو وہ زہر خود ڈاکٹر سلمان ہی نے ملایا ہوتا یا پھر اس کے قریب کے کسی دوسرے آدمی نے۔

حمید حیرت سے فریدی کو دیکھ رہا تھا۔ فریدی چند لمحے سگار کے کش لیتا رہا پھر بولا۔

''ہاں تو جناب! اگر ڈاکٹر سلمان اس طرح مر جاتا تو لوگ اس وقت ہرگز یہ نہ سمجھتے کہ وہ زہر ڈاکٹر سلمان ہی کے لئے تھا۔''

''کیوں؟ یہ کیوں نہ سمجھتے۔'' حمید نے بے چینی سے پوچھا۔ وہ اب بھی بار بار مردہ پلے کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔

''سیدھی سی بات ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''کھانے سے قبل کرنل داراب پر حملہ ہو چکا تھا۔ لوگ یہی سمجھتے کہ وہ زہر کرنل ہی کے لئے تھا لیکن دھوکے میں ڈاکٹر سلمان پر تان ٹوٹ گئی۔''

کچھ دیر تک خاموشی رہی، پھر حمید نے پوچھا۔ ''پلیٹ کا ٹکڑا آپ کے ہاتھ کیسے لگا۔ میرا خیال ہے کہ سارے ٹکڑے ایک نوکر سمیٹ لے گیا تھا۔''

''لیکن تمہیں یہ یاد نہیں کہ میں اس سے قبل ہی ڈاکٹر کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اس کی طرف جھکا تھا۔''

''اوہ.... تو آپ کو پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا۔''

''جناب۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔

''شبہے کی وجہ۔''

''وہ! خیر وجہ بھی سن لو۔ وہ بلی خود نہیں کودی تھی بلکہ روشندان سے پھینکی گئی تھی۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ میں نے دو ہاتھوں کی ہلکی سی جھلک دیکھی تھی جنہوں نے بلی کو سنبھال رکھا تھا۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ زہر آلود پلیٹ رکھنے والے کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ کوئی دوسرا آدمی اس کا شکار ہونے جا رہا ہے تو اس نے خود ہی پلیٹ توڑ دی۔''

"ابھی ہم مطلب نہیں اخذ کر رہے ہیں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"تو پھر کیا بات ہو سکتی ہے۔"

"یہی دیکھنا ہے! ویسے اب تم ڈاکٹر سلمان کا وہ بے تکا جواب یاد کرو، جو اس نے پلیٹ ٹوٹنے کے بعد کرنل کو مخاطب کر کے کہا تھا۔"

"مجھے یاد نہیں۔"

"اس نے کہا تھا کہ اس بلی نے کس کا راستہ کاٹا۔"

"ہاں! کہا تو تھا۔" حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہوٹل ڈی۔ فرانس والے معاملے میں وانگ کا ہاتھ تھا اور تمہیں یہ بھی یاد ہو گا۔کہ اس حادثے کا شکار ہونے والا ازرینہ کو ڈاکٹر سلمان کے متعلق کچھ بتانا چاہتا تھا۔"

حمید فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے چند لمحے بعد کہا۔

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر سلمان ہوٹل ڈی فرانس والے حادثے کے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔"

"ابھی میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔" فریدی نے کہا اور دوسرا سگار سلگانے لگا۔

پھر اس نے نوکر کو آواز دی اور اس سے کمرے سے ساری چیزیں ہٹانے کو کہا۔

نوکر کو کتے کے پلے کی لاش دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی کیونکہ وہ آئے دن اس قسم کے تجربات سے دوچار ہوتا تھا۔ تجربوں ہی کے لئے فریدی نے سانپ تک پال رکھے تھے اور دوسرے حیوانات کا ذخیرہ بھی قریب قریب اسی مقصد کے لئے تھا۔

"اب تو مجھے کرنل سے زیادہ ڈاکٹر سلمان میں دلچسپی لینی پڑے گی۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "تمہیں چیانگ کا بیان تو یاد ہی ہو گا۔"

"یاد ہے۔" حمید بولا۔ "لیکن اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ وانگ اور کرنل کے ساتھیوں میں سے ہو۔"

"نہیں۔" فریدی نے خود اعتمادی کے ساتھ کہا۔ "چیانگ کا تعلق ان لوگوں سے نہیں۔ وہ بھی منشیات کی ناجائز تجارت کرتا ہے لیکن کسی گروہ سے منسلک نہیں۔ اس معاملے میں وہ ہمیشہ سے چالاک رہا ہے۔ وہ مجرم جو کسی پر کبھی بھروسہ نہیں کرتا بڑی مشکل سے قانون کی گرفت میں

آتا ہے۔ چیانگ بھی اسی قسم کا ایک مجرم ہے۔ وہ خود ہی چانڈو بناتا ہے اور اُسے اپنے مخصوص گاہکوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اس کی تجارت کا کوئی حصہ دار نہیں! حتیٰ کہ اس کے ملازموں تک کو اس بات کا علم نہیں کہ وہ منشیات کی ناجائز تجارت کرتا ہے۔"

"پھر آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔" حمید نے اکتا کر کہا۔

"میں کہنا چاہتا ہوں کہ چیانگ کے بیان پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔"

"اور آپ مانا اُوز کے حکام کے بیان پر بھی یقین کرتے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"جب تک میرے کیبل کا جواب نہ آجائے یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

"کہاں سے جواب آئے گا۔"

"مانا اُوز سے۔" فریدی نے کہا۔ "فی الحال اس تذکرے کو یہیں چھوڑو۔"

"میں ہر تذکرے کو یہیں چھوڑ دینے پر تیار ہوں لیکن خواہ مخواہ بور نہ کیجئے۔"

"آپ جا سکتے ہیں۔" فریدی نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"سلمان اور کرنل میں کیا تعلق ہے۔"

"جو تم میں اور ایک گدھے میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔ "اچھا۔ زاویۂ منفرجہ اور صنعتِ حسن تعلیل میں کیا فرق ہے۔"

"چانٹا مار دوں گا۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

"چانٹے کو فنی اصطلاح میں کیا کہتے ہیں۔"

"تمہارا سر! بھاگ جاؤ.... ورنہ....!"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فریدی نے جملہ ادھورا چھوڑ کر ریسیور اٹھا لیا۔

حمید نے محسوس کیا کہ فون پر گفتگو کرتے وقت فریدی کے چہرے پر کبھی تحیر کے آثار پیدا ہو جاتے اور کبھی تفکر کے! گفتگو طویل تھی۔ آخر کار فریدی نے ریسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی اور اب اس کے چہرے سے شدید قسم کی بے چینی ظاہر ہو رہی تھی۔

"چیانگ کو کسی نے قتل کر دیا۔" اس نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"چیانگ کو۔" حمید حیرت سے بولا۔ "کب۔"

"کچھ دیر قبل ارمیش کا فون ہے۔ اُسے میں نے چیانگ کی نگرانی کے لئے مقرر کیا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد حمید اور فریدی پھر باہر آرہے تھے۔ راستے بھر دونوں خاموش رہے۔ شہر کی سڑکوں کی رونق قریب قریب ختم ہوگئی تھی۔ کیونکہ ساڑھے بارہ کا عمل ہوچکا تھا۔ لیکن چیانگ کے چینی ریستوران کے سامنے اب بھی کافی بھیڑ تھی اور اس بھیڑ میں سرخ پگڑیاں بھی نظر آرہی تھیں۔

فریدی اور حمید کو ریستوران میں داخل ہونے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش اندر تھا۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے اور حمید پر بھی کچھ کم بدحواسی نہ طاری ہوئی۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ چیانگ کے برابر ہی ایک پولیس کانسٹیبل کی بھی لاش پڑی ہوئی ہے۔ جگدیش اور اس کے ساتھیوں کی ہیئت کذائی بھی قابل دید تھی۔ انہوں نے کرسیاں اور میزیں الٹ کر انکی آڑ لے رکھی تھی اور ان کے ریوالور ایک بند دروازے کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

"ادھر آجایئے۔" جگدیش فریدی کو دیکھ کر چیخا۔ "وہ اندر موجود ہے۔ ہمارا ایک آدمی اس کا شکار ہوگیا۔"

فریدی نہایت اطمینان سے چلتا ہوا اس الٹی ہوئی میز کے قریب پہنچا جس کے پیچھے جگدیش اور اس کے دو ساتھی تھے۔

"اِدھر آجایئے۔" جگدیش مضطربانہ انداز میں بولا۔

"وہ دوسری طرف سے نکل گیا ہوگا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"ادھر کوئی راستہ نہیں۔" جگدیش نے کہا۔ "ادھر آجایئے۔"

"اونہہ!" فریدی ہونٹ سکوڑ کر میز کی اوٹ پر بیٹھ گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

"وہ چیانگ کا پرائیویٹ کمرہ ہے۔" جگدیش نے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "اُدھر کا خیال رکھنا ایک راؤنڈ اور چلاؤ۔"

بیک وقت پانچ چھ فائر ہوئے اور شیشے کے کچھ برتن ٹوٹ کر فرش پر آرہے۔

"وہاں چیانگ کے علاوہ اور کوئی نہیں جاتا تھا۔" جگدیش بولا۔ "یہ اس کے نوکروں نے بتایا ہے۔ ایک گھنٹہ قبل کی بات ہے کہ چیانگ نے اندر جانے کے لئے دروازہ کھولا! بس ایک فائر ہوا اور گولی اس کی پیشانی پر پڑی اور وہ الٹ کر ادھر آگرا۔ اس کی اطلاع ہمیں آپ ہی کے ایک آدمی

سے ملی تھی، بہر حال ہم جب یہاں پہنچے تو اندر سناٹا تھا اور باہر بھیڑ تھی۔ پھر جیسے ہی ہمارے ایک آدمی نے دروازہ کھولا اس کے بھی گولی لگی۔ اس بیچارے کی لاش بھی چیانگ کے برابر ہی پڑی ہوئی ہے۔ پھر کسی نے دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں کی۔

پھر کچھ دیر خاموشی کے بعد فریدی نے کہا۔ ”لیکن یہ طریقہ تو فضول ہے کب تک اس طرح جھک مارتے رہو گے۔“

”تو پھر آپ ہی بتائیے۔“ ایک سب انسپکٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”بتاؤ بھئی۔“ فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔ ”تم یہ بھی دیکھ رہے ہو کہ مرحوم کانسٹیبل اور چیانگ کے قد ایک سے ہیں۔ شائد ایک آدھ انچ کا فرق ہو تو ہو.... اور حمید صاحب تم یہ بھی دیکھ رہے ہو کہ دونوں کی پیشانیوں ہی پر گولیاں لگی ہیں۔ میرے خیال سے تو ورزش نمبر بیالیس ہی مناسب رہے گی۔“

”ورزش نمبر بیالیس۔“ حمید نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ”اوہ ٹھیک ہے.... اچھا.... کیا کوئی صاحب اپنا ریوالور عنایت کریں گے۔“

”میرے خیال سے اس کی ضرورت ہی نہ پیش آئے گی۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

حمید نے ایک میز الٹ دی اور جگدیش کا ریوالور ہاتھ میں لے کر میز کو آگے کی طرف دھکیلتا ہوا دروازے کی سمت بڑھنے لگا۔

”بے فکری سے بڑھتے رہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”دروازہ اندر سے بند نہیں ہوگا۔“

”یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔“ جگدیش نے کہا۔

”بس دیکھتے رہو۔“ فریدی لاپروائی سے بولا اور سگار سلگانے لگا۔ ریستوران کے باہر لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ لیکن دروازے پر کھڑے ہوئے کانسٹیبل کسی کو اندر نہیں آنے دیتے تھے البتہ سامنے کی بھیڑ ہٹانے سے وہ قاصر رہے تھے۔

حمید کھسکتا ہوا بند دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے میز کے پائے دروازے سے اڑا دیئے۔ دروازہ کھلا اور ایک فائر ہوا۔

گولی سامنے کی دیوار سے ٹکرائی اور حمید اچھل کر پیچھے ہٹ آیا۔ اسپرنگ دار دروازہ پھر بند ہو گیا۔

”ڈرو نہیں۔“ فریدی نے آواز دی۔ ”ذرا یہ دروازہ پھر کھولنا۔“

حمید نے میز آگے کی طرف کھسکائی۔ دروازہ پھر کھل گیا۔ پھر فائر ہوا اور گولی دیوار پر ٹھیک اسی جگہ لگی جہاں پہلے لگی تھی۔

"بس ٹھیک ہے ہٹ آؤ۔" فریدی نے کہا۔

حمید لوٹ آیا۔ لیکن وہ ٹٹولنے والی نظروں سے فریدی کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں تو جگدیش صاحب۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تمہیں مایوسی تو نہیں ہوئی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" جگدیش نے بے بسی سے کہا۔

"خیر مطلب بھی سمجھائے دیتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور اٹھ کر دروازے کے قریب آ گیا۔ اس نے آڑ کے لئے کسی میز یا کسی چیز کا سہارا نہیں لیا تھا۔ دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ جگدیش کی طرف مڑا۔

"جگدیش صاحب۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "اندر والا گونگا تو نہیں لیکن بہرا ضرور ہے، اس نے اب بھی دروازہ اندر سے بند نہیں کیا ہے۔"

جگدیش نے کوئی جواب نہیں دیا وہ اور اس کے ساتھی حیرت سے منہ کھولے فریدی کو گھور رہے تھے۔ فریدی نے جھک کر دروازہ کھولا۔ تیسرا فائر ہوا اور گولی اس کے سر سے تقریباً ایک فٹ کی اونچائی سے گذر گئی اور ٹھیک اسی جگہ لگی جہاں پچھلی دو گولیاں لگی تھیں۔ فریدی کے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔

بھیانک رات

دوسرا لمحہ حد درجہ سنسنی خیز تھا۔ فریدی کے عقب میں دروازہ بند ہو چکا تھا اور اندر سے کسی قسم کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ادھر جگدیش اور اس کے ساتھیوں کو سکتہ سا ہو گیا۔ ان کی نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور پھر گولی چلی لیکن کوئی سامنے دکھائی نہ دیا۔

"جگدیش اور حمید اندر آ جاؤ۔" فریدی کی آواز سنائی دی لیکن لہجہ قطعی پر سکون تھا۔

جگدیش نے حمید کی طرف دیکھا۔

"آؤ....!" حمید دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

وہ دونوں اندر داخل ہوگئے لیکن فریدی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ دونوں بوکھلا کر دروازہ کی طرف پلٹے۔ دروازہ بند ہو چکا تھا اور فریدی سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"تمہارا مجرم!" اس نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔ پھر دھوئیں کے مرغولے چھوڑتا ہوا بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ تم اسے کوئی سزا نہ دے سکو گے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اپنے ہی منہ پر تھپڑ مارنے پڑیں۔"

"مجھے الجھن میں نہ ڈالئے۔" جگدیش نے بے بسی سے کہا۔

"چلو ادھر دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔" فریدی نے دونوں سے کہا۔

پھر وہ تینوں دروازے کے قریب دیوار سے لگ کر کھڑے ہوگئے۔

"اب اُدھر بائیں طرف والی دیوار پر دیکھو جہاں تین کھونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ بیچ والی کھونٹی پر نظر رکھنا۔"

فریدی کے دروازہ کھولتے ہی فائر ہوا۔ بیچ والی کھونٹی سے دھوئیں کی پتلی سی لکیر نکل کر بل کھا رہی تھی۔

"میرے خدا۔" جگدیش تھوک نگل کر منہ چلانے لگا۔

اس بار فریدی نے دروازے میں اسٹاپر لگا دیا اور وہ کھلا ہی رہا۔

"آؤ....!" فریدی مسکرا کر طنزیہ لہجے میں بولا۔ "یہی وقت کارگذاری کا ہے۔"

"وافر مقدار میں ناجائز منشیات ملیں گی۔ چانڈو۔ افیون۔ کوکین اور چرس وغیرہ۔"

"کیا چیانگ اس سے ناواقف تھا۔" جگدیش نے کھونٹی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ تو کسی طرح ممکن ہی نہیں۔" فریدی بولا۔ "یہ کوئی ایک دو گھنٹے یا ایک دو دن کا کام تو ہو نہیں سکتا کہ چیانگ کی لاعلمی میں ہوگیا ہو۔"

"تو اس کا یہ مطلب کہ اس نے خودکشی کی۔" حمید بولا۔

"یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔" فریدی نے کہا۔ "اس کمرے میں تقریباً ایک پاؤنڈ اسٹرائچنین[1] بھی موجود ہے۔ اگر اسے خودکشی ہی کرنا ہوتی تو وہ اسے استعمال کرتا۔ چینی فطرتاً سکون پسند ہوتے ہیں۔ خودکشی کے لئے شاذونادر ہی آتشگیر اسلحے استعمال کرتے ہیں۔"

---

[1] ایک مہلک زہر

"تو پھر اسے کیا کہا جائے۔" حمید اکتا کر بولا۔

"اتنی جلدی کیوں ہے۔" فریدی نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ دونوں بھی باہر آگئے۔ باہر مجمع شور مچا رہا تھا۔

"اس بھیڑ کو یہاں سے ہٹاؤ۔" فریدی نے جگدیش سے کہا۔

کانسٹیبل کی موت کی وجہ سے بڑی سنسنی پھیل گئی تھی۔ لیکن جب بقیہ لوگوں کو خود بخود چلنے والی گولیوں کا حال معلوم ہوا تو ان کے چہرے لٹک گئے۔

ریستوران کے سامنے سے بھیڑ ہٹا دی گئی تھی۔ لیکن لوگ منتشر نہیں ہوئے تھے۔ تھوڑی دور ہٹ کر وہ پھر ایک جگہ اکٹھا ہو گئے تھے۔

اس وقت فریدی اور حمید تنہا ایک گوشے میں کھڑے تھے اور جگدیش چیانگ اور مقتول کانسٹیبل کی لاش اٹھوانے میں مشغول تھا۔ فریدی کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں ابھری ہوئی تھیں۔ اچانک وہ حمید کو مخاطب کر کے بولا۔

"یہ انتظام بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ شاید چیانگ ہی نے اسے بنایا ہو.... لیکن آج ہی اُسے کسی دوسرے نے چیانگ کی ناواقفیت میں استعمال کیا ہے۔"

"لیکن مقصد کیا ہو سکتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"اگر ڈاکٹر سلمان والے واقعے کو اس سے منسلک کر دو تو مطلب صاف ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اس نے ڈاکٹر سلمان کے متعلق ایک ایسی اطلاع بہم پہنچائی تھی جو عام اطلاعات سے مختلف تھی.... اور وہ آدمی جو ہوٹل ڈی فرانس میں جل مرا تھا وہ بھی ڈاکٹر سلمان ہی کے متعلق کوئی خاص بات بتانا چاہتا تھا۔"

"آخر اتنا اودھم مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ لوگ ڈاکٹر سلمان کا بھی خاتمہ کر سکتے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"ابھی کچھ دیر قبل اسی کی کوشش کی گئی تھی۔" فریدی بولا۔ "لیکن اس بلی نے.... خیر ٹھہرو! ہمیں چیانگ کے ملازموں سے ضرور گفتگو کرنی چاہئے۔"

ریستوران میں کام کرنے والے پانچ آدمی باہر موجود تھے اور یہ سب مقامی باشندے تھے۔ فریدی نے کافی دیر تک ان سے گفتگو کی اور نتیجے کے طور پر اُسے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ پہلی تو

یہ کہ چیانگ اس کمرے کو خواب گاہ کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ چیانگ کے علاوہ اس کمرے میں کوئی نہیں جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ان نوکروں میں سے بھی کسی نے آج تک اس کمرے کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ چیانگ اپنے ملاقاتیوں کو بھی وہاں نہیں لے جاتا تھا۔ آخری بات سب سے زیادہ اہم تھی۔ انہوں نے بتایا کہ آج دوپہر کو ایک لمبا اور دبلا پتلا انگریز چیانگ کے پاس آیا تھا اور انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ چیانگ اُسے اپنے سونے کے کمرے میں لے گیا حالانکہ وہ اپنے ملاقاتی کو وہاں نہیں لے جاتا تھا۔ اور وہ انگریز نوکروں کے لئے بالکل اجنبی تھا۔ انہوں نے اُسے وہاں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

جگدیش نے ایک ایک کر کے ملازموں کے بیانات قلمبند کرنے شروع کر دیئے تھے۔ واپسی سے قبل ایک بار پھر فریدی نے چیانگ کے کمرے کا گہرا جائزہ لیا۔ لیکن وہ حمید یا جگدیش کے کسی سوال کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ ان دونوں نے بھی تھک ہار کر خاموشی اختیار کر لی۔

بہر حال حمید کے لئے یہ ایک ناکام ترین سفر تھا۔ واپسی پر اس نے فریدی سے کچھ نہیں پوچھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا ذہن نیند کے دباؤ سے بوجھل ہوتا جا رہا تھا۔

سڑکیں بالکل سنسان ہو گئی تھیں اور ابھی ابھی اطراف کے کسی کلاک ٹاور نے دو بجائے تھے۔ فریدی کی کیڈی لاک کرنل داراب کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔ حمید اونگھ رہا تھا اور فریدی کے ماتھے پر گہری سلوٹیں تھیں۔

"کیا سو گئے ہو۔" فریدی نے اُسے ایک ہاتھ سے جھنجھوڑا۔

"نہیں مر گیا۔" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ "بیٹھے بیٹھے بھی نہیں سونے دیتے۔"

"بیٹھے بیٹھے تمہیں دفن کر دوں گا۔"

"دھمکی دیتے ہیں!" حمید پھر حلق پھاڑ کر چیخا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے۔"

"یہاں تو اپنی شرافت بھی بیہودگی ہو جاتی ہے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "میں آپ سے ہر گز نہ پوچھوں گا کہ آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔"

"میں ہر گز نہ بتاؤں گا کہ فی الحال ہم ایک بار پھر کرنل کی کوٹھی کی طرف جائیں گے۔" فریدی کہا۔ "ویسے یہ بات بھی تم پر ظاہر کر دوں کہ تم حقیقتاً مر گئے ہو اور اب تم میں باتیں بنانے

کی بھی سکت نہیں رہ گئی۔ یہ اور بات ہے کہ اب بھی عادتاً دوسروں کو ہنسانے کی کوشش کرتے ہو لیکن ایک اکتائے ہوئے بھانڈ کی طرح۔"

"اور میں بھی آپ سے عرض کروں فریدی صاحب کہ آپ بالکل بجھ کر رہ گئے ہیں۔ اب اگر آپ اردو میں عشقیہ شاعری شروع کر دیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔"

"تم کام چور اور نکمے ہوگئے ہو میرے محکمے کو اب تمہاری ضرورت نہیں اگر تم خود ہی شرافت سے استعفا نہیں دے دو گے تو میں تمہیں نکلوادوں گا۔"

فریدی نے یہ بات سنجیدگی سے غصیلے لہجے میں کہی تھی۔ حمید نے ایک بار اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور اس کی نیند رفع ہو گئی۔ اُسے فریدی کے اس جملے پر سچ مچ غصہ آ گیا تھا۔

"جہنم میں گیا آپکا محکمہ! سو بار لعنت ہے ایسی زندگی پر میں ابھی اور اسی وقت استعفے دوں گا۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔" فریدی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"میں بھی جھک نہیں مار رہا ہوں۔" حمید نے بھی اسی لہجے میں کہا۔

"گاڑی سے اُتر جاؤ۔"

"ہزار بار لعنت ہے اس گاڑی پر۔" حمید غصے کی وجہ سے آگے نہ کہہ سکا۔

اچانک فریدی نے قہقہہ لگایا اور اس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولا۔ "نیند کہاں گئی فرزند۔"

حمید بُری طرح جھینپ گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے منہ پر تھپٹر لگائے۔ اب یہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ فریدی نے اس کی غنودگی ختم کرنے کے لئے اُسے غصہ دلایا تھا۔

"میں خواب میں بڑبڑا رہا تھا۔" اُس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اور فریدی ہنسنے لگا۔

وہ کرنل داراب کی کوٹھی کے قریب پہنچ رہے تھے۔ فریدی نے کیڈی روک دی اور وہ دونوں اُتر کر پیدل کوٹھی کی طرف چل پڑے۔

"یہ بھی بڑی اچھی بات ہے کہ کرنل کو کتے پالنے کا شوق نہیں۔" حمید نے کہا۔

"ایسا کبھی مت سوچنا۔" فریدی بولا۔ "اس کے پاس چار خونخوار کتے ہیں۔"

"لیکن ادھر آنے کا مقصد کیا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"کوٹھی میں گھسیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"اور آپ چار عدد خونخوار کتوں کے وجود کے بھی قائل ہیں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

کوٹھی کا پھاٹک تقریباً سو گز کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔اچانک ایک کار ان کے قریب سے گذری اور ٹھیک پھاٹک کے سامنے رک گئی۔ فریدی اور حمید جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے۔

کار سے ایک طویل القامت آدمی اترا۔ تاروں کی چھاؤں میں وہ صاف نظر آرہا تھا لیکن اتنی روشنی نہیں تھی کہ اس کا چہرہ دیکھا جاسکتا۔ پھاٹک کے قریب جاکر اس نے کوئی چیز کمپاؤنڈ کے اندر پھینکی اور کتے بھونکنے لگے۔ پھر وہ تیز رفتاری سے کار کی طرف واپس آیا اور پائیدان پر ایک پیر رکھ سگریٹ سلگانے کے لئے جھکا۔ جیسے ہی اس کے چہرے پر دیا سلائی کی روشنی پڑی۔ حمید چونک پڑا۔ یہ کوئی انگریز تھا لیکن اس کا چہرہ کسی زندہ آدمی کا چہرہ نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ گالوں کی ہڈیاں بد نما ہونے کی حد تک ابھری ہوئی تھیں اور گال بیٹھے ہوئے تھے۔

سگریٹ سلگا کر وہ کار میں بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔ اب فریدی اور حمید اپنی کار کی طرف بھاگ رہے تھے۔ انہوں نے کرپ سول جوتے پہن رکھے تھے ورنہ ان کے قدموں کی آوازیں دور دور تک پھیلتیں۔

انہوں نے اپنی گاڑی کے قریب پہنچنے میں دیر نہ کی۔ حمید نے پلٹ کر دیکھا آگے جانے والی کار کی ٹیل لائٹ کسی ڈوبتے ہوئے ستارے کی طرح دھندلی ہوتی جا رہی تھی۔ فریدی کی کیڈی لاک اس کے تعاقب میں تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی۔

"اس کا حلیہ۔" حمید بولا۔"چیانگ کے نوکروں کے بتائے ہوئے حلیئے سے مختلف نہیں معلوم ہوتا۔"

"ہوں!" فریدی کا مختصر ترین جواب تھا۔ وہ کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"یہ بات نوکر بھی نہیں بتا سکے کہ چیانگ اس اجنبی کے چلے جانے کے بعد بھی ایک آدھ بار اس کمرے میں گیا تھا یا نہیں۔"

"کیوں! اس سے کیا۔"

"عقل کے ناخن لو صاحبزادے۔ یہ ایک اہم ترین نکتہ ہے۔ ظاہر ہے کہ چیانگ نے اس کمرے میں وہ سب کچھ اپنی موت کے لئے انہیں بنایا تھا۔ اس کا مقصد دراصل یہ تھا کہ اگر کوئی اس کی نادانستگی میں وہاں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کا خاتمہ ہو جائے لہٰذا وہ جب چاہتا رہا ہو گا اس میکنزم کو کار آمد بنالیتا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خود ہی دھوکے میں اس کا شکار ہو گیا ہو۔ اس

انگریز کے متعلق یہی تو سوچا جاسکتا ہے کہ اس نے چیانگ کی نادانستگی میں اُس کی مشین کا سوئچ آن کردیا ہوگا لیکن اگر چیانگ اس کے چلے جانے کے بعد بھی رات سے قبل ایک آدھ مرتبہ اس کمرے میں گیا ہوگا تو یہ خیال غلط ہو جاتا ہے۔"

آگے والی کار تار جام کی سڑک پر مڑ گئی۔ فریدی نے کیڈی کی ہیڈ لائیٹس بجھادی تھیں اور آگے والی کار کی ٹیل لائٹ کے سہارے چل رہا تھا۔ سڑک ویسے ہی سنسان پڑی تھی اس لئے ہیڈ لائیٹس بجھادینے کے بعد کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔

حمید اونگھتا رہا اور کیڈی رینگتی رہی۔ بات یہ تھی کہ تار جام والی سڑک پر مڑتے ہی اگلی کار کی رفتار کم ہوگئی تھی لہٰذا فریدی کو بھی کیڈی کی رفتار کم کردینی پڑی۔ پچھلے پہر کی ملگجے اندھیرے میں دونوں کاریں آگے بڑھ رہی تھیں اور چاروں طرف اتھاہ سناٹا تھا۔ اچانک اگلی کار کی رفتار بہت زیادہ تیز ہوگئی۔ فریدی بھی گیئر بدلنے ہی جارہا تھا کہ اس نے قریب ہی ایک نسوانی چیخ سنی۔ کوئی عورت متواتر چیخ رہی تھی۔ "بچاؤ.... بچاؤ.... بچاؤ۔"

حمید بھی بوکھلا کر سیدھا ہو گیا۔

"روکئے نا۔" حمید نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ ڈال دیا۔ چیخیں بدستور جاری تھیں۔

فریدی نے کیڈی روک دی۔ آگے والی کار کی ٹیل لائٹ اندھیرے میں غائب ہوچکی تھی۔

وہ دونوں کیڈی سے اُتر گئے۔ سامنے کمٹالی کا طویل و عریض میدان اندھیرے میں ڈوبا ہوا پڑا تھا اور کچھ دور پر کسی عورت کی دھندلی پرچھائیں اچھل کود رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ چیخیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔

فریدی نے ٹارچ نکالی۔ دوسرا لمحہ انتہائی متحیر کن تھا۔ روشنی کے دائرے کی زد میں ایک جوان العمر عورت اچھل اچھل کر اس طرح چیخ رہی تھی جیسے اسے ذبح کیا جارہا ہو۔ آس پاس کیا دور دور تک کسی کا پتہ نہیں تھا۔ چاروں طرف تاریکی اور سناٹے کا راج تھا اور چیخیں بھی تاریکی اور سناٹے کا ایک جزو معلوم ہو رہی تھیں۔

حمید کو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سناٹے ہی کی چیخیں ہوں۔ نہ جانے کیوں! اس وقت کمٹالی کے میدان کا سناٹا اُسے بڑا پُر ہول معلوم ہو رہا تھا۔

"کیا معاملہ ہے۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر زور سے چیخا۔ "ارے تو چیختی کیوں ہو بھاگ آؤ۔"

"خاموش رہو۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"کمال کرتے ہیں آپ بھی پتہ نہیں کس مصیبت میں بیچاری مبتلا ہے۔" حمید نے کہا اور کچھ سمجھے بوجھے بغیر عورت کی طرف دوڑ پڑا۔ فریدی اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا۔

لیکن حمید!.... جیسے ہی وہ عورت کے قریب پہنچا پہلے تو وہ زمین سے تین فٹ کی بلندی پر معلق ہو گیا پھر دھم سے زمین پر گر پڑا۔ اس کے بعد وہ بھی اسی عورت کی طرح اچھل کود رہا تھا اور اس کے منہ سے چیخیں تو نہیں نکل رہی تھیں لیکن وہ بڑے سہمے ہوئے لہجے میں "ارے ارے!" کر رہا تھا۔

"حمید....!" فریدی نے اُسے آواز دی۔

"اِدھر.... ارے.... اَبے.... ہش.... ہش.... ادھر مت آیئے۔" حمید اچھلتا ہوا چیخا۔

فریدی خود بھی کچھ بوکھلا سا گیا تھا۔

"کیا بات ہے۔" اس نے آواز دی۔

"بات.... ارے تیری کی.... ارے ارے.... پتہ نہیں.... ہونہہ.... ہونہہ۔"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اُس نے اپنی فلٹ ہیٹ اتار کر اس طرف اچھال دی۔ وہ ٹھیک اُن دونوں کے قریب جا کر گری.... اور اس وقت تو فریدی کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کی ہیٹ بھی ان ہی دونوں کی طرح اچھلنے لگی ہے۔

عورت اب صرف اچھل رہی تھی اور اس کی چیخیں بند ہو گئی تھیں۔ حمید تو "ارے ارے" ہی کرتا رہ گیا تھا۔ ویسے فریدی محسوس کر رہا تھا کہ اب وہ بھی سست پڑتا جا رہا ہے۔

اگر فریدی کی ہیٹ نہ اچھل رہی ہوتی تو شاید وہ اُسے مذاق سے زیادہ اہمیت نہ دیتا اور اس عالم میں کمٹالی کے میدان کا پُر ہول سناٹا۔ خود فریدی کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک ٹھنڈی سی لہر دوڑ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ اس وقت اس کے ذہن میں لاتعداد باتیں ایک دوسرے سے الجھ کر رہ گئی تھیں، دفعتاً پیچھے سے اس کے سر پر کوئی وزنی چیز گری۔

"جھائیں.... جھائیں۔" گرنے سے قبل ہی دوسری چوٹ.... اور پھر کمٹالی کے میدان کا ملگجا اندھیرا قبر کی تاریکی میں تبدیل ہو گیا۔

فریدی نہ جانے کب تک بیہوش رہا اور پھر جب اُسے ہوش آیا تو اُجالا پھیل چکا تھا اور وہ اپنی

کار کی پچھلی سیٹ پر پڑا تھا۔ حمید اگلی سیٹ پر نہ جانے بیہوش پڑا تھا یا سو رہا تھا۔ فریدی اس پر جھک ہی رہا تھا کہ اسکی نظر ڈیش بورڈ کے آئینے پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔ اسکے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"حمید....!" اس نے حمید کو جھنجھوڑا.... اور حمید "ارے ارے" کرتا ہوا بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"ہائیں....!" اس نے چاروں طرف دیکھا اور آنکھیں ملنے لگا۔

"چلو ادھر ہٹو۔" فریدی نے اُسے اسٹیئرنگ کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں اس کاغذ کے ٹکڑے پر جمی ہوئی تھیں، جو اسٹیئرنگ سے چپکا ہوا تھا۔

"میرے بچو۔" اس نے کاغذ کی تحریر بلند آواز میں پڑھی۔ "کچھ راز ایسے بھی ہیں جن کا راز ہی رہنا بہتر ہے۔"

حمید بھی جھک کر اُسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے احمقوں کی طرح فریدی کی طرف مڑ کر کہا۔

"بڑی سچی بات ہے.... خدا کی قسم مجھے حیرت ہے کہ میں زندہ کیسے ہوں۔"

"بکو مت....!" فریدی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

وہ کیڈی سے باہر آ گیا۔ اب غالباً وہ اس جگہ کا اندازہ لگا رہا تھا جہاں اس نے حمید اور اس نامعلوم عورت کی اچھل کود دیکھی تھی۔

اور وہ خط

حمید فریدی کے سر پر بندھی ہوئی پٹی کو دیکھ رہا تھا۔ یکا یک پچھلی رات کی یادوں کے دھ... کے نقوش اس کے ذہن کی سطح پر اُبھرنے لگے۔ اُسے یاد آ رہا تھا کہ اس نے اس وقت فریدی کی غصیلی آواز سنی تھی۔ جب خود اس کا ذہن آہستہ آہستہ بیہوشی کی دلدل میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ اُسے فریدی کے ساتھ رہتے ہوئے کئی سال ہو چکے تھے اور وہ اس کے عادات و اطوار سے بخوبی واقف تھا۔ اس لئے اس کی مخصوص قسم کی غصیلی آواز سنتے ہی اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ شائد فریدی پر کسی نے حملہ کیا ہے۔

"دیکھئے! اُدھر کہاں جا رہے ہیں۔" حمید چیخا۔ فریدی اسی مقام کی طرف جا رہا تھا جہاں پچھلی رات اُسے ایک حیرت انگیز تجربہ ہوا تھا۔

فریدی رک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ابھی سر نیچے ہوگا اور ٹانگیں اوپر....!" حمید اُسے روکنے کے لئے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"وہ طلسم سامری غالباً اب ختم ہو چکا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

اور حمید نے دیکھا کہ فریدی ٹھیک اسی جگہ پر کھڑا ہے جہاں وہ "اچھل کود" میں مبتلا ہو گیا تھا۔ حمید نے بھی ڈرتے ڈرتے قدم بڑھائے اور فریدی کے پاس پہنچ گیا۔

"اب تو معاملہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔" حمید بولا۔

فریدی جھک کر زمین پر کچھ دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر سیدھا ہو گیا۔ اس کی متجسس نگاہیں گردو پیش کا جائزہ لے رہی تھیں۔ دفعتاً کسی خاص چیز نے اس کی توجہ اپنی جانب سے مبذول کرالی۔ وہ تین چار قدم آگے بڑھ کر جھکا۔ حمید نے اُسے کچھ اٹھاتے دیکھا۔

یہ ایک طلائی ہیئر کلپ تھا جس کے درمیان میں پھول کی شکل میں تین ہیرے جگمگا رہے تھے۔ فریدی اُسے اپنے چہرے کے قریب لے کر بغور دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکلی اور وہ معنی خیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا وہ! کرنل کی لڑکی نادرہ تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"کون.... اوہ.... وہ۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ "کیوں؟"

"جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔"

"اتنا سمجھنے بوجھنے کا ہوش کسے تھا۔"

"ہوں تو گویا قیامت آگئی تھی۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"جی کیا فرمایا آپ نے! حضرت اگر میری جگہ ہوتے تو پتہ چلتا۔"

"مجھے تم سے ایسی غیر سنجیدگی کی توقع نہیں تھی۔" فریدی نے کہا۔

"کیا؟" حمید منہ پھاڑ کر بولا۔ "خدا کی قسم سر پھوڑ لوں گا اپنا۔ کیا آپ نے اپنی ہیٹ کا انجام نہیں دیکھا تھا۔"

"کیا تمہیں کچھ دکھائی دیا تھا۔"

"چودہ طبق روشن ہو گئے تھے.... سبحان اللہ۔"

"ارے تو کچھ بکو گے بھی۔"

"اپنی فلٹ ہیٹ سے پوچھ لیجئے۔"

"جہنم میں جاؤ۔" فریدی نے کہا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"کیا یہ نادرہ کا ہے۔" حمید نے ہیئر کلپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ختم کرو یہ قصہ۔" فریدی کیڈی لاک کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"یہ آپ کے سر پر پٹی کیسی بندھی ہوئی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

فریدی نے کوئی جواب دیئے بغیر کیڈی اسٹارٹ کر دی۔ وہ شہر کی طرف واپس جارہے تھے۔

حمید نے سوچا کہ اب فریدی کسی بات کا جواب نہ دے گا۔ لہٰذا وہ خود ہی بڑبڑانے لگا۔

"میری زندگی میں یہ پہلا تجربہ تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی پُر اسرار قوت مجھے اچھال اچھال کر زمین پر پٹخ رہی ہو۔ اگر میں ہوش بجانہ رکھتا تو ہڈیاں چور ہو جاتیں۔ آپ فوق الفطرت چیزوں پر یقین نہیں رکھتے لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اگر آپ پھنسے ہوتے تو کفر ٹوٹ جاتا۔"

"فوق الفطرت۔" فریدی ہونٹ بھینچ کر مسکرایا۔ "جو چیز ہماری سمجھ میں نہیں آتی اُسے ہم فوق الفطرت کہتے ہیں، حالانکہ حقیقتاً وہ بالکل معمولی ہوتی ہیں۔"

"ذرا فرمایئے گا.... وہ کون سی معمولی چیز تھی، جو مجھے اوپر کی طرف اچھال رہی تھی۔"

"تمہیں کسی قسم کی مشینی قوت اچھال رہی تھی۔"

"آپ کو تو مشینوں کے خواب آنے لگے ہیں۔" حمید ہنس پڑا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ تم پچھلی رات کو تاروں کے ایک جال پر اچھل کود رہے تھے اور اس جال کا تعلق کسی مشین سے تھا۔"

"جال....!" حمید حیرت سے بولا۔ "کیا وہ پچھلی رات آپ کو دکھائی دیا تھا۔"

"نہیں میں نے اس وقت اس کے نشانات دیکھے ہیں۔ کمتالی کی زمین ملائم ہے۔"

"اور وہ عورت۔"

"میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون تھی۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ویسے یہ ہیئر کلپ سو فیصدی نادرہ ہی کا ہے۔ کل رات اس نے اُسے اپنے بالوں میں لگا رکھا تھا۔ اس کی پشت پر اس کا نام بھی موجود ہے.... یہ دیکھو! نادرہ داراب....!"

حمید ہیئر کلپ کو ہاتھ میں لے کر تھوڑی دیر تک الٹتا پلٹتا رہا پھر بولا۔ "مجھے بھی یاد پڑتا ہے

کہ یہ کل نادرہ کے بالوں میں تھا.... اگر یہ بات ہے تو آخر آپ نے کرنل کو ڈھیل کیوں دے رکھی ہے۔"

"میں ابھی کچھ سمجھنا چاہتا ہوں۔ اس معاملے میں اکیلا کرنل ہی نہیں معلوم ہوتا۔" حمید اُسے تھوڑی دیر تک ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ہلکے سروں میں سیٹی بجانی شروع کردی۔ فریدی کے چہرے سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ کسی شدید الجھن میں مبتلا ہے۔ بالآخر وہ آہستہ سے بولا۔ "دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو اس آدمی نے ہمیں دھوکا دے کر تارجام والی سڑک پر لگادیا تھا یا پھر اس کی کار میں ٹرانسمیٹر فٹ تھا جس کے ذریعہ اس نے اپنے ساتھیوں کو ہمارے متعلق مطلع کردیا تھا لیکن سوال تو یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ یہی نہیں بلکہ میرے سر کی مرہم پٹی بھی کر گئے۔ صرف یہی ایک چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ جال ہمارے ہی لئے بچھایا گیا تھا اور وہ عورت فراڈ تھی.... لیکن نادرہ کا ہیر کلپ۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ نادرہ ہی رہی ہو۔" حمید بولا۔ "کیا آپ نے اسے پچھلی رات کو مشکوک حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کرنل داراب کی دھمکی ہو۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

گھر پہنچ کر فریدی کو وہ کیبل ملا جس کا اُسے کئی دن سے انتظار تھا۔ فریدی بغور اُسے پڑھتا رہا۔ پہلے تو اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کی چمک پیدا ہوئی لیکن پھر جلد ہی وہ معمول پر آگیا۔

"تم نے دیکھا۔" اس نے حمید کو مخاطب کیا۔ "ڈاکٹر سلمان کی یادداشت پر برا اثر کیوں پڑا۔ اس کا جوان بیٹا راشد.... دراصل ایک چٹان سے گر کر مر گیا تھا اور میرا خیال ہے کہ اسی حادثے کی بناء پر وہ اپنی یادداشت ہی کھو بیٹھا.... تمہیں یاد ہوگا.... جب میں اسے اُسے فلم دکھا رہا تھا.... بتاسکو گے کہ اس نے کس سین پر راشد کا نام لیا تھا۔"

"غالباً وہ دو چرواہوں کی لڑائی کا سین تھا اور ان میں سے ایک چٹان سے گر کر مر گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے.... اس سین پر اس کی یادداشت لوٹتے لوٹتے رہ گئی تھی۔ خیر وہ ایک الگ بحث ہے لیکن حمید صاحب یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس نے راشد کا نام چرواہے کے گر جانے کے بعد نہیں لیا تھا بلکہ اسی وقت راشد راشد چیخنے لگا تھا، جب وہ دونوں چٹان پر لڑ رہے تھے۔"

"تو پھر....؟"

"تو پھر یہ کہ.... راشد کی موت کسی اچانک حادثے کی بناء پر واقع نہ ہوئی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی سے اس کی لڑائی ہوئی اور ڈاکٹر سلمان وہاں موجود رہا ہو.... ورنہ پھر کیا وجہ ہے کہ کچھ نامعلوم آدمی یہ نہیں چاہتے کہ سلمان کی صحیح حالت سے کوئی واقف ہو سکے۔"

"آپ کرنل داراب کا نام صاف صاف کیوں نہیں لیتے۔" حمید نے کہا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی نظریں پھر کیبل پر جم گئی تھیں۔

"اور دوسری بات۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر سلمان نے پاگل خانے کی شکل تک نہیں دیکھی۔ چیانگ کا بیان صحیح تھا اور ماناؤز کے حکام جھوٹے ہیں۔ وہ سرکاری کاغذات جو وہاں سے بھیجے گئے ہیں ڈاکٹر سلمان کو وہاں کے حقوق شہریت مل گئے تھے لیکن یادداشت کھو بیٹھنے کی بناء پر اُسے پھر یہاں دھکیل دیا گیا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ اسے ابھی حقوق شہریت ملے ہی نہیں تھے۔"

"کیوں....؟ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ آخر انہوں نے اُسے تین سال تک پاگل خانے میں رکھنے کی افواہ کیوں اڑائی ہے۔"

"بہانہ....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تاکہ اسے واپس بھیجا جاسکے اور اس میں اس کی فرم کا بھی ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے اسے پیچھا چھڑانے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔"

"لیکن یہ اطلاعات کس نے بہم پہنچائی ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"ایک پرائیویٹ خبر رساں ایجنسی نے جس کا تعلق ماناؤز کی ایک پرائیویٹ سراغ رساں ایجنسی سے ہے۔"

"تو کیا یہ ماناؤز سے نہیں آیا!" حمید نے کیبل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"نہیں.... یہ برٹش گی آنا سے آیا ہے۔" فریدی نے کہا اور کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد پھر بولا۔ "حمید صاحب یہ کیس بڑا پیچیدہ ہے۔ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ کرنل داراب ایک ایسے گروہ کو کنٹرول کرتا ہے جس کا پیشہ منشیات کی ناجائز درآمد اور برآمد کرنا ہے! لیکن ڈاکٹر سلمان.... ڈاکٹر سلمان کا اس معاملے سے کیا تعلق؟ یہ بات بھی مجھے معلوم ہے کہ کرنل داراب کا کچھ نہ کچھ تعلق جنوبی امریکہ خصوصاً برازیل کے ایک حصے سے بھی ہے کیونکہ اس کی ڈاک وہاں سے آتی ہے۔"

"تب تو معاملہ صاف ہے۔" حمید نے کہا "اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ ڈاکٹر سلمان کا لڑکا کسی لڑائی کے نتیجے میں مارا گیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس میں کرنل داراب کا ہاتھ رہا ہو اور اسی لئے وانگ نے اس آدمی کو ختم کر دیا، جو زرینہ کو ڈاکٹر کے متعلق کچھ بتانا چاہتا تھا.... چیانگ بھی مارا گیا، جو ڈاکٹر کے متعلق کوئی اہم بات جانتا تھا۔ کرنل کے یہاں سلمان کو زہر دینے کی بھی کوشش کی گئی۔"

"اور اس سے پہلے کرنل پر بھی حملہ ہو چکا تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "چیانگ نے اتنا ہی بتایا تھا کہ سلمان پچھلے سال پاگل خانے میں نہیں تھا.... اور یہ بات دوسرے ذرائع سے بھی معلوم ہو سکتی تھی۔"

ایک نوکر نے کمرے میں داخل ہو کر ایک ملاقاتی کا کارڈ پیش کیا۔

"ناصر ہے۔" فریدی نے کارڈ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اسے یہیں بلا لاؤ۔"

ناصر کے آنے تک خاموشی رہی۔ حمید کچھ بیزار سا نظر آ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر تھوڑی سی مہلت مل جاتی تو کرنل کی خیریت پوچھنے کے بہانے نادرہ سے مل آتا۔

"یہ تمہارے سر میں کیا ہوا۔" ناصر نے پوچھا۔

"یونہی ایک معمولی سی چوٹ آ گئی ہے۔"

"کیسے؟"

"ارے چھوڑو یار.... کل رات تمہارے چچا کی وجہ سے دعوت میں بڑی بے لطفی رہی۔"

"بھئی میں تو لے جانا ہی نہیں چاہتا تھا لیکن خود کرنل ہی نے خواہش کی تھی۔" ناصر نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ جہاں جنوبی امریکہ کا نام آیا وہ وحشیوں کی طرح لپٹ پڑنے کے لئے جھپٹتے ہیں.... اور یہ لو.... یہ ان کی کمپنی کے ایک ڈائریکٹر کا خط ہے۔"

ناصر نے ٹائپ کیا ہوا ایک خط فریدی کی طرف بڑھا دیا اور جب فریدی اُسے پڑھنے کے لئے میز پر پھیلا رہا تھا تو ناصر نے کہا۔ "میں کچھ دنوں سے چچا صاحب کے متعلق ان کی فرم سے خط و کتابت کر رہا تھا۔ آخر یہ جواب آیا ہے۔"

تحریر یہ تھی

"مائی ڈیئر ناصر!

آپ کے خطوط ملے اور میں یہ خط آپ کو اس لئے لکھ رہا ہوں کہ صرف آپ مطمئن

ہو جائیں۔ اس کی پبلسٹی نہ کیجئے گا کیونکہ اس میں میری فرم اور مقامی حکومت کی بدنامی ہو گی۔ یہ حقیقت ہے کہ یہاں ڈاکٹر سلمان کو حقوق شہریت مل چکے تھے۔ اچانک ان کا لڑکا ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔ سلمان صاحب شائد جائے وقوع پر موجود تھے۔ وہاں سے انہیں بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر لایا گیا۔ وہ تین دن تک بیہوش پڑے رہے اور جب انہیں ہوش آیا تو وہ اپنی یاد داشت کھو بیٹھے تھے۔ میں آپ کو پوشیدہ طور پر مطلع کر رہا ہوں کہ وہ پاگل خانے نہیں رکھے گئے تھے بلکہ ہم لوگ انہیں اپنی نگرانی میں رکھتے تھے۔ ان کی عجیب کیفیت تھی۔ کبھی وہ بالکل پاگل ہو جاتے تھے اور کبھی ٹھیک ہو جاتے تھے۔ البتہ انہیں بیٹے اور حادثے کے متعلق کبھی کچھ نہ یاد آیا۔ تین سال تک ہم انہیں سنبھالتے رہے پھر ہم نے سوچا کہ انہیں ان کے وطن بھجوا دیا جائے۔ ڈاکٹر سلمان نے کمپنی کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور ہم اس کے لئے ان کے مشکور تھے، لہٰذا ہم نے غیر قانونی طور پر بھاری رشوت دے کر حکام کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ ان کے حقوق شہریت کو ختم کر کے آپ کی حکومت سے ان کی واپسی کے لئے کہیں اور اس پر یہ ظاہر کریں کہ ڈاکٹر سلمان کو حقوق شہریت دیئے ہی نہیں گئے تھے اور ان کی درخواست زیر غور تھی۔ اسی کے لئے ڈاکٹر سلمان کے پاگل پن کی آڑ لی گئی اور یہ ظاہر کیا گیا کہ انہیں پاگل خانے میں بھی رکھا جا چکا ہے۔

بہر حال! ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں اور ہمیں خوشی ہے کہ وہ اپنے وطن اپنے آدمیوں میں پہنچ گئے ہیں۔ ہم ان کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ جس میں ان کا ذاتی اندوختہ اور کمپنی کا فنڈ شامل ہے، عنقریب منتقل کرا دیں گے۔

تاکید ہے کہ اس خط کو پڑھنے کے بعد ضائع کر دیا جائے۔

آپ کا مخلص

آرتھر ڈی بیسکومب"

فریدی نے خط پڑھ کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔ چند لمحے وہ کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"وہ لفافہ کہاں ہے جس میں خط آیا ہے۔"

"لفافہ.... میرا خیال ہے کہ وہ ضائع ہو گیا۔ تلاش کے باوجود نہیں ملا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ خط مانا اُوز سے ہی آیا ہے۔"

"ہاں بھئی! لفافے پر وہاں کا ٹکٹ تھا۔"

"اور مہر کہاں کی تھی۔"

"اونہہ! یار تم تو جان کو آجاتے ہو! مہر پر میں نے غور نہیں کیا تھا۔"

"اور لفافہ بھی ضائع ہو گیا.... خیر.... تم نے چینی ریستوران کے مالک چیانگ کی حیرت انگیز موت کے متعلق پڑھا ہوگا۔"

"ہاں ہاں.... کیوں؟"

"وہ بھی تمہارے چچا کے متعلق کوئی اہم بات جانتا تھا۔"

"یار یہ معاملہ کیا ہے.... کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں۔ آخر چچا صاحب کی شخصیت اتنی پُراسرار کیوں بنتی جارہی ہے۔"

"یہ تو تمہارے چچا ہی بتا سکیں گے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور حمید چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"کاش چچا کچھ بتا سکتے۔" ناصر بولا۔

"کل رات وہ گھر کتنے بجے پہنچے تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"مجھے علم نہیں۔"

"تو تم ان کی طرف سے اتنے لاپرواہ رہتے ہو۔"

"ارے بھئی وہ بچے تو ہیں نہیں.... اور نہ پاگل ہیں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔ جنوبی امریکہ کے حوالے کے علاوہ اور کوئی چیز ذہنی طور پر انہیں اتنا متاثر نہیں کرتی کہ وہ آپے سے باہر ہو جائیں۔ اکثر وہ تنہا سینما بھی جاتے ہیں اور ان کی نارمل حالت کو دیکھتے ہوئے کسی کو کوئی تشویش نہیں ہوتی۔"

"ان کے ملنے والے بھی آتے رہے ہوں گے۔" فریدی نے پوچھا۔

"اکثر....!"

"ایسے لوگ بھی آتے ہیں جو تمہارے لئے اجنبی ہوں۔"

"ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

"اچھا اب خط کو پھاڑ کر جلا دو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس لئے کہ یہ قطعی فضول اور بچکانہ ہے۔ ویسے کیا تم نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا تھا۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ یہ فضول اور بچکانہ کیوں ہے۔"

"کمپنیوں کے ڈائریکٹر گدھے ہانکنے والے نہیں ہوتے۔ ممکن ہے اپنے یہاں ہوتے ہوں دوسرے ممالک میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس ڈائریکٹر نے اپنے ایک بہت بڑے جرم کا اعتراف ک ہے۔ میرے بھولے بچے اس قسم کی تحریریں باپ کو بھی نہیں دی جاتیں ذرا یہ تو بتانا! کیا تم نے اس خط کو بے احتیاطی سے کہیں ڈال دیا تھا۔"

"نہیں تو.... یہ میری ڈائری میں تھا۔"

"لفافے سمیت۔"

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ خود میں نے ہی لفافہ اس طرح کھولا ہو کہ دوبارہ استعمال کے قابل نہ رہ گیا ہو اور میں نے ہی اُسے پھینک دیا ہو۔ آخر تم لفافے کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو۔"

"کچھ نہیں.... پھر غور کریں گے۔" فریدی نے کہا۔ "میرے سر میں تکلیف بڑھ گئی ہے۔"

حمید سمجھ گیا کہ فریدی اب اس مسئلے پر ناصر سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

ناصر دو چار منٹ بیٹھ کر چلا گیا اور فریدی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"آخر آپ لفافے کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔"

"وہ خط ماناؤز سے نہیں آیا۔"

"محض اس بناء پر کہ لفافہ کھو گیا ہے۔" حمید بولا۔

"میں کبھی کوئی بات کمزور بنیادوں پر نہیں کہتا فرزند!" فریدی نے ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر کہا۔ "اس میں شک نہیں کہ ربر سپلائی کمپنی کے ایک ڈائریکٹر آرتھر ڈی بیسکومب کا نام اس پر چھپا ہوا تھا لیکن وہ کاغذ ہمارے ہی ملک کے ایک مل کا بنا ہوا تھا۔ اس پر ایک غیر ملکی آدمی کا لیٹر پیڈ چھپوانے والے احمق نے یہ نہیں سوچا کہ بعض کاغذوں پر کارخانوں کا واٹر مارک بھی ہوتا ہے۔"

"کرنل داراب کی حرکت۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ "سو فیصدی اسی کی حرکت.... اس نے یہ خط محض اس لئے بھجوایا ہے کہ ڈاکٹر سلمان کے متعلق گہری تفتیش نہ کی جائے۔"

"لیکن....!" فریدی چھت کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اس خط کی تحریر غلط نہیں! وہ سو

فیصدی حقیقت ہے۔"

خوفناک آدمی

فریدی کئی دن تک زیادہ مشغول رہا۔ حمید کے ہر استفسار کا جواب اس کے پاس یہی ہوتا تھا کہ وہ ابھی کسی مسئلے پر روشنی نہیں ڈال سکتا کیونکہ ابھی وہ خود ہی یقین اور شبہات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اس دوران میں حمید نے اسے شکل تبدیل کر کے بھی کئی بار گھر سے باہر جاتے دیکھا تھا لیکن وہ حمید کی مشغولیت میں مخل نہیں ہوا۔ اس نے اس سے ایک بار بھی یہ نہیں پوچھا کہ وہ آج کل کرنل داراب کی لڑکی نادرہ کے ساتھ مختلف ریستوران اور تفریح گاہوں میں کیوں دکھائی دیتا ہے۔ نادرہ حمید سے بہت زیادہ بے تکلف ہو گئی تھی اور کرنل داراب بھی شائد ان دونوں کی دوستی کو پسند کرتا تھا۔

ایک رات حمید کو داراب کی کوٹھی میں بارہ بج گئے اور وہ اٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ کرنل داراب نے اُسے رات وہیں بسر کرنے کو کہا۔ حمید کو حیرت ہوئی اور کچھ خوف بھی محسوس ہوا۔ وہ ہچکچا ہی رہا تھا کہ کرنل نے کہا۔

"میں فریدی صاحب کو فون کئے دیتا ہوں۔ میرے خیال سے انہیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ آج میں باتیں کرنے کے موڈ میں ہوں اور اس معاملے میں آپ جیسا رفیق ملنا مشکل ہے۔ نادرہ آپ کی بہت تعریف کرتی ہے۔"

اپنے متعلق ایک خوبصورت لڑکی کے باپ سے اس قسم کا جملہ سن کر حمید سر تا بقدم مکھن ہو کر رہ گیا اور اس کی سعادتمندی نے جوش مارا تو وہ یہ بھی بھول گیا کہ کرنل داراب سے ربط و ضبط بڑھانے کا مقصد کیا تھا۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ فریدی کرنل داراب کے متعلق ثبوت مہیا کرنے کی فکر میں ہے۔ اس وقت اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کرنل نے اسے اپنی فرزندی میں لے لینے کا تہیہ کر لیا ہو۔

یہ گفتگو ڈرائنگ روم میں ہوئی تھی۔ کھانا کھا چکنے کے بعد سے اب تک وہ وہیں بیٹھے حمید کے لطیفوں سے محظوظ ہوتے رہے تھے۔ کرنل اور نادرہ کے ساتھ وانگ بھی تھا۔ حمید نے رات

وہیں بسر کرنے کا وعدہ کرلیا۔

"تو کیا رات بھر باتیں ہوں گی۔" نادرہ نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ آج میرا موڈ باتیں کرنے کا ہے۔" کرنل بولا۔

"تب تو میں چلی۔" نادرہ نے انگڑائی لے کر کہا۔ "مجھے نیند آرہی ہے۔"

"ہاں ہاں تم جاؤ۔" کرنل بولا۔ "تمہیں زیادہ نہ جاگنا چاہئے۔"

نادرہ نے بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر حمید کو "شب بخیر" کہا اور لچکتی ہوئی چلی گئی۔

حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ حلوہ سمجھ کر صابن کا ٹکڑا کھا گیا ہو۔ اگر اُسے یہ معلوم ہوتا کہ نادرہ اس گفتگو میں حصہ نہ لے گی تو وہ کبھی وہاں قیام کرنے کا وعدہ نہ کرتا۔

"حمید صاحب! اگر آپ کو چینی رقص و موسیقی سے دلچسپی ہو تو تیہ چن کو بلواؤں۔"

"جی ہاں بہت۔" حمید اُسے دل ہی دل میں گالیاں دیتا ہوا بولا۔ "میرے والد صاحب کو بھی چینی رقص و موسیقی سے بہت زیادہ دلچسپی تھی اور دادا کا تو خیر انتقال ہی چین میں ہوا تھا۔"

"کیا واقعی۔" کرنل داراب نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں! اور میرے باپ کو چین اور چینیوں سے اتنی محبت تھی کہ انہوں نے میرا قومی نام چینی زبان میں رکھا تھا۔"

"کیا نام تھا!" کرنل نے پوچھا۔

"چیاؤں میاؤں!" حمید نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ کرنل داراب بیساختہ ہنس پڑا۔

وانگ اردو نہیں سمجھتا تھا اس لئے وہ بت بنا بیٹھا رہا۔ آخر کرنل نے اس سے تیہ چن کو بلانے کو کہا۔

وانگ چلا گیا۔ حمید شام ہی سے ایک بات بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا وہ یہ کہ کرنل داراب کچھ پریشان پریشان سا نظر آرہا تھا۔ اکثر وہ اس کے جملوں پر بے ساختہ ہنس تو پڑتا تھا لیکن پھر فوراً ہی وہ ہنسی اس طرح کسی قسم کی تشویش کے آثار میں بدل جاتی جیسے اچانک سورج کے سامنے بادل آجائیں۔

تیہ چن کے آجانے کے بعد کمرے میں خاصا ہلڑ مچ گیا تھا۔ وہ اور وانگ حلق پھاڑ پھاڑ کر گا رہے تھے اور تیہ چن ناچ بھی رہا تھا۔

پھر تیہ چن نے نقلیں شروع کر دیں۔ اس نے کبھی کسی انگریز عورت کو بچہ جنتے دیکھا تھا اس
چیخنے کراہنے اور گناہوں کو یاد کر کے توبہ کرنے کی نقل پر تو حمید کو بھی اُچھو ہو گیا۔
شاید دو بج رہے تھے، جب حمید پر یکایک حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ تیہ چن سیامی طوائفوں کی
ل کر رہا تھا اور وانگ اس کا گاہک بنا تھا۔
اچانک حمید کی نظریں عقبی دروازے کی طرف اٹھ گئیں اور وہ "ارے" کہہ کر کھڑا ہو گیا۔
نل بھی متوجہ ہو گیا۔ اچانک حمید نے ایسا محسوس کیا جیسے کرنل کا چہرہ سفید پڑ گیا ہو! وانگ اور
ہ چن اس طرح سہم کر کھڑے ہو گئے تھے، جیسے انہوں نے اپنی موت سامنے دیکھ لی ہو۔
ڈاکٹر سلمان دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔
دفعتاً کرنل نے چیخ کر کہا۔ "وانگ تیہ چن یہ بچ کر جانے نہ پائے۔"
سلمان نے قہقہہ لگایا اور مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ "تیہ چن اور وانگ تمہاری
رح نمک حرام نہیں ہیں۔"
"وانگ! میں کیا کہہ رہا ہوں۔" کرنل جھلا کر بولا۔ مگر ان دونوں چینیوں نے اپنی جگہ سے
نبش بھی نہ کی۔
"ہونہہ! بس۔" ڈاکٹر سلمان نے قہقہہ لگایا "تم صرف ایک ننھے منھے سے سراغ رساں کو
عو کر کے یہ سمجھے تھے کہ شائد آج کی رات بھی ٹل جائے گی۔ آج کی رات تو اس صورت میں
ھی نہ ٹلتی اگر تم شہر کے سارے حکام کو جمع کر لیتے۔"
اب تو حمید کے کان کھڑے ہوئے اور وہ بُری طرح بوکھلا گیا۔
"وانگ اور تیہ چن.... تم نے دھوکا دیا۔" کرنل بڑبڑایا۔
"نمک حرامی اچھی چیز نہیں.... تمہیں پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا کہ دوسرے بھی تمہیں
ھوکا دے سکتے ہیں۔"
"تم کامیاب نہیں ہو سکو گے۔" کرنل غرایا۔
"ابھی اور اسی وقت۔" سلمان نے ہنس کر کہا۔ "آج مجھے اپنے ہاتھ خون سے بھرنے پڑیں
گے اور یہ بیچارہ جاسوس تو مفت میں مارا جائے گا۔"
"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" حمید نے کہا۔

"مطلب یہ کہ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

حمید کو ہنسی آ گئی! اُسے یقین ہو گیا تھا کہ شائد اس پر پھر پاگل پن کا دورہ پڑا ہے۔ اس نے سوچا کہ اسے چھیڑنا چاہئے۔ اُسے اس بات کا بھی دھیان نہ رہا کہ ابھی ابھی سلم کو دیکھ کر کرنل کے چہرے پر موت کی سی سفیدی چھا گئی تھی۔

"آپ کبھی جنوبی امریکہ گئے ہیں۔" حمید نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میری عمر ہی جنوبی امریکہ میں گذری ہے۔" سلمان نے سنجیدگی سے کہا۔"اور یقین کہ میرے اس اعتراف کا تذکرہ کرنے کے لئے تم زندہ نہیں رہو گے۔"

پھر اس نے وانگ اور تیہ چن کو مخاطب کر کے کہا۔"اس کے ہاتھ اور پیر اپنی ٹائیوں سے جکڑ دو دونوں نے اپنی ٹائیاں کھولیں اور حمید مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن دوسرے ہی میں ڈاکٹر سلمان کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور نظر آ رہا تھا۔

"لڑکے!" اس نے کہا۔"موت کسی کنواری دوشیزہ کا نام نہیں اور کرنل داراب تم بھی ا جگہ سے جنبش نہیں کرو گے۔"

حمید کے ہاتھ اس کی پشت پر جکڑ دیئے گئے۔ پھر ان دونوں چینیوں نے اُسے فرش پر گر اس کے پیر بھی باندھ دیئے۔

"ہاں تو اب تم کیا کہتے ہو۔" سلمان نے کرنل کو مخاطب کیا۔"ان آخری دو آدمیوں کا ا بھی تم نے دیکھ لیا جن پر تمہیں اعتماد تھا۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ پچھلے واقعات ایک ایک کر اس کی نظروں میں پھرنے لگے۔ لیکن موجودہ حالت ان سے بالکل مختلف تھی۔ سلمان کو وہ ا بے ضرر آدمی سمجھتا تھا اور بڑی حد تک قابل رحم بھی۔ لیکن یہاں تو بساط ہی الٹ گئی تھی۔

کرنل داراب خاموش تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ پھانسی کے تختے کے قریب پہنچا دیا گیا ہو

"تم خاموش کیوں ہو۔" سلمان پھر بولا۔"تم نے اپنے سارے حربے آزما لئے۔ ڈاکٹر سلما کو پولیس کی نظروں میں پُر اسرار بنانے کی کوشش کی۔ تم نے ڈاکٹر سلمان کو پولیس آفیسروں سامنے مار ڈالنے کی اسکیم بنائی۔ لیکن تمہاری ہی بلی نے تمہارا راستہ کاٹ دیا۔ تمہیں اپنے آدمیو پر اعتماد تھا انہوں نے بھی تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اب تمہاری خاموشی فضول ہے۔"

کرنل داراب تھوک نگل کر رہ گیا۔

"بولو۔" ڈاکٹر سلمان جھنجھلا کر بولا۔ "ورنہ آخری مرحلہ تمہاری موت پر ختم ہو گا۔"

"بکواس ہے۔" کرنل نے چیخ کر کہا۔ "میری ہڈیوں میں بھی پانی نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ اُن میں اناس کا شربت ہے۔" ڈاکٹر سلمان نے قہقہہ لگایا اس لئے قبر کا ریجریٹر تمہارے لئے زیادہ موزوں رہے گا۔"

"میں تم تینوں کی گردنیں توڑ سکتا ہوں۔" کرنل اٹھتا ہوا بولا۔

"اس ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا ہے۔" سلمان نے مسکرا کر کہا۔ "قطعی آواز نہیں ہو گی اور رادم اتنی ہی آسانی سے نکل جائے گا جتنی آسانی سے ٹوسٹ پر مکھن لگایا جاسکتا ہے۔"

"سلمان مجھے غصہ نہ دلاؤ۔" دفعتاً کرنل کے نتھنے پھول گئے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم غصے میں بلیوں کی طرح خرخر کرنے لگتے ہو۔"

"تم چیانگ کے قاتل ہو۔" کرنل نے کہا۔ "میں تمہیں گرفتار کرا سکتا ہوں۔"

"تو تم اس سے کب پاک ہو۔" ڈاکٹر سلمان ہنس کر بولا۔ "تمہارا ہاتھ ہوٹل ڈی فرانس لے حادثے میں تھا لیکن میں نے کبھی اُسے کوئی اہمیت نہیں دی۔"

حمید ان کی اس عجیب و غریب گفتگو کو اتنی دلچسپی سے سن رہا تھا کہ اسے اپنی موجودہ حالت کا احساس نہیں رہ گیا تھا۔ وانگ اور تیہ چن سر جھکائے کھڑے تھے۔

"سلمان میں سچ کہتا ہوں کہ تم یہاں سے زندہ بچ کر نہ جاسکو گے۔" کرنل بولا۔

"کیا ابھی تمہاری بساط پر کوئی مہرہ باقی رہ گیا ہے۔" سلمان نے کہا۔

"اس گھر کا ہر ستون ایک آدمی ہے۔" کرنل بولا۔

"اوہ....!" ڈاکٹر سلمان نے قہقہہ لگایا۔ "میں جانتا ہوں کہ یہاں مختلف جگہوں پر ڈائنامائٹ ہوئے ہیں اور تم جب چاہو اس عمارت کے پرخچے اڑا سکتے ہو۔ شائد تمہاری اس میز میں بھی اسوئچ ہو گا مگر میرے بیٹے تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ ڈاکٹر سلمان نے ان کی مین لائن پہلے ٹ دی ہے۔"

"او ڈاکٹر کے بچے۔" حمید نے پڑے پڑے ہانک لگائی۔ "میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"خاموش رہو۔" کرنل اس پر الٹ پڑا۔

حمید پھر بوکھلا گیا۔

"تو میں تمہیں خاموش ہی کردوں۔" ڈاکٹر سلمان بڑبڑایا۔ پھر اس نے وانگ سے کہا۔ "وا
اس کا گلا گھونٹ دو۔"

حمید نے بے بسوں کی طرح مچلنا شروع کر دیا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے اس غلط رجحان
گالیاں دینے لگا جس کی بدولت اُسے یہاں رکنا پڑا تھا۔ حالانکہ اس کی دانست میں حالات
خیز تھے لیکن پھر بھی وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ ایک نہیں دو پاگلوں کے چنگل میں پڑ گیا ہے۔

وانگ اس پر جھک پڑا تھا اور گلا دبانے کے لئے اُسے چت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کرنل تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔ "بہتر ہے کہ راہ پر آجاؤ۔"

"میں تم تینوں کے لئے تنہا کافی ہوں۔" کرنل غرایا۔

"تیہ چن۔" ڈاکٹر سلمان نے آہستہ سے کہا۔ "کرنل داراب کو سمجھا دو۔"

"ابے او سلمان کے بچے! تیری شامت آئی ہے۔" حمید گھٹی گھٹی سی آواز میں چیخا۔ اس
گردن وانگ کی گرفت میں آگئی تھی۔ قریب تھا کہ اس کا دم گھٹ جائے کہ اچانک ایک آ
روشندان سے ڈاکٹر سلمان پر کود پڑا۔ دونوں ایک زور دار دھماکے کے ساتھ فرش پر گر۔
وانگ اچھل کر الگ ہٹ گیا۔

ڈاکٹر سلمان کا ریوالور حمید کے قریب آگرا تھا۔ لیکن اس کے ہاتھ اس کی پشت پر بند
ہوئے تھے۔ حمید دونوں پیر میز کے پائے پر ٹیک کر آگے کھسک آیا۔

اس طرح ریوالور اس کے نیچے دب گیا۔

کمرے کے دوسرے لوگ ڈاکٹر سلمان سمیت روشندان سے کودنے والے کی طرف مت
ہو گئے تھے۔

"تم....!" ڈاکٹر سلمان غرایا۔ "یہ کیا حرکت۔"

"جناب والا کسی نے مجھے اوپر سے پھینک دیا۔" کودنے والے نے کہا۔

"کیا....؟" ڈاکٹر سلمان نے چونک کر کہا۔

کرنل داراب نے قہقہہ لگایا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اب سلمان کے ہاتھ میں ریوالور نہیں ہے
"تم نے کون سی مین لائن کاٹی تھی ڈاکٹر۔" اس نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "مین لائن تو

کر رہی ہے ورنہ اُسے یہ نہ معلوم ہوتا کہ کسی نے اُسے نیچے پھینک دیا جس رات تم پر بلی کودی تھی اس کے بعد سے میں نے عمارت کے سارے روشندانوں کا بھی انتظام کر لیا تھا۔ ان کے سامنے پھیلے ہوئے تاروں میں ہر وقت کرنٹ رہتا ہے۔"

"کرنٹ....!" کودنے والے نے کہا۔ "یہ غلط ہے۔ مجھے الیکٹرک شاک نہیں لگا تھا۔ کسی نے نیچے پھینکا تھا۔"

ڈاکٹر سلمان روشندان کی طرف دیکھنے لگا۔

اچانک کرنل داراب اس پر ٹوٹ پڑا اور وہ سب آپس میں گڈمڈ ہو گئے۔ اسی دوران میں کسی طرح حمید کے ہاتھ کھل گئے۔ کرنل داراب پر وانگ اور اس کے دوسرے ساتھی نے یورش کردی تھی اور ڈاکٹر سلمان الگ کھڑا آہستہ آہستہ تیہ چن کو کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ حمید سوچنے لگا کہ دو دشمنوں کی لڑائی کے دوران میں اُسے دخل نہ دینا چاہئے بلکہ ان میں سے ایک کے خاتمہ کا انتظار کرنا ہی زیادہ مناسب رہے گا۔ ریوالور تو اس کے ہاتھ آ ہی چکا تھا۔ وہ دیوار کی طرف کھسک گیا اور اپنے دونوں ہاتھ پشت پر لے جاکر وہ بالکل ویسا ہی بن گیا جیسے پہلے تھا لیکن اس کے دونوں ہاتھ اب آزاد تھے اور ان میں سے ایک میں ریوالور تھا اور چہرہ میز کے نیچے تھا۔

اس نے تیہ چن کو باہر جاتے دیکھا اس دوران میں وانگ اور سلمان کے ساتھی نے کرنل داراب کو قابو کر لیا تھا۔

"اسے کرسی سے باندھ دو۔" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔

"دیکھتے ہی دیکھتے کرنل کو ایک کرسی سے باندھ دیا گیا۔ اتنے میں تیہ چن بھی واپس آ گیا۔"

"سب ٹھیک ہے۔" اس نے ڈاکٹر سلمان کو مخاطب کر کے کہا۔ "لوگ اپنی اپنی جگہوں پر موجود ہیں۔ ساتھیوں نے اس جاسوس کو پکڑ لیا ہے جس نے گومس کو روشندان سے پھینکا تھا۔"

حمید کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ فریدی نہ رہا ہو۔

بہر حال وہ اپنے موقعے کا انتظار کرنے لگا اور یہ بھی تو دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر ڈاکٹر سلمان اور کرنل داراب کا معاملہ کیا ہے۔

"کیا وہ تنہا ہی تھا۔" سلمان نے تیہ چن سے پوچھا۔

"ہاں وہ اکیلا ہی تھا۔"

"اچھا ان سے کہو کہ وہ اسے ٹھکانے لگادیں۔" ڈاکٹر سلمان نے اس قدر آہستگی سے کہا کہ حمید نہ سن سکا ورنہ شائد وہ اسی وقت ہنگامہ برپا کردیتا۔ تیہ چن پھر باہر چلا گیا۔

ڈاکٹر سلمان نے کچھ کاغذات اپنی جیب سے نکالے اور فاؤنٹین پن نکالتا ہوا بولا۔

"چلو ان پر اپنے دستخط کردو۔"

"کیا ہے؟" کرنل اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"تمہاری زندگی کا ضمانت نامہ۔ اس پر دستخط کرنے کے بعد تمہاری زندگی محفوظ ہو جائے گی۔ ورنہ موت ہر حال میں لازمی ہے۔ ان میں سے ایک میں تم اس بات کا اعتراف کرو گے کہ تم نے آج سے تین سال قبل ماناؤز میں ڈاکٹر سلمان کے لڑکے راشد کو قتل کرادیا تھا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ صریحاً جھوٹ ہے۔" کرنل چیخا۔

"کچھ بھی ہو تمہیں اس پر دستخط کرنے پڑیں گے۔"

"میں فضول بکواس سننا پسند نہیں کرتا۔" کرنل نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "میں صرف تمہارا خاص مطالبہ پورا کرسکتا ہوں۔"

"اور اس کے بعد پولیس کو بھی مطلع کرسکتے ہو۔" سلمان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یاد رکھو اب ہمارا خاص مطالبہ تو ہر حال میں پورا ہوگا۔ لیکن ان تین کاغذات پر دستخط نہ کرنے کی صورت میں تم مار دیئے جاؤ گے۔"

"تین کاغذات۔"

"ہاں ایک کے متعلق تو تم ابھی سن ہی چکے ہو۔ دوسرا اعتراف ... تم نے ایک ایسے آدمی کو ہوٹل ڈی فرانس میں قتل کرادیا تھا جو زرینہ کو ڈاکٹر سلمان کے پاگل پن کا راز بتانے جارہا تھا۔"

کرنل داراب کچھ نہ بولا۔

"تیسرا اعتراف۔" ڈاکٹر سلمان کاغذات پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ "تمہیں معلوم تھا کہ چینی ریستوران کا مالک چیانگ بھی راشد کے قتل کے راز سے واقف تھا۔ اس لئے تم نے اس کے خاص کمرے میں لگے ہوئے آٹومیٹک الیکٹرک ریوالور کا سوئچ آن کرادیا تھا۔ نتیجے کے طور پر نہ صرف چیانگ بلکہ ایک کانسٹیبل کا بھی خاتمہ ہوگیا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" کرنل تھوک نگل کر ہکلایا۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ جھوٹ ہے۔" سلمان نے کہا۔"لیکن تمہاری زندگی کی ضمانت! تم اس اعتراف کی بناء پر پولیس کو ہمارے خلاف اکسا نہ سکو گے اور نتیجے کے طور پر تمہیں زندہ رہنا پڑے گا۔ تمہیں زندہ رکھنے میں مصلحت یہ ہے کہ معاملات زیادہ آگے نہ بڑھیں گے ہاں شاباش چلو جلدی سے دستخط کر دو! تم کافی سمجھدار آدمی ہو۔"

ڈاکٹر سلمان نے کاغذات اور قلم اس کی طرف بڑھا دیئے۔ کرنل داراب چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے دستخط کر دیئے۔

"شکریہ۔" ڈاکٹر سلمان کاغذات کو تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔"اب تم قطعی آزاد ہو۔ ہمارے جانے کے بعد تمہارے گھر ہی کا کوئی فرد تمہیں کھول دے گا۔ فی الحال وہ سب بیہوش پڑے ہیں۔ میں آئندہ بھی تم سے اچھے تعلقات رکھوں گا۔ لیکن ہاں۔"

ڈاکٹر سلمان رک کر ہنسنے لگا پھر بولا۔"جنوبی افریقہ کا نام کبھی نہ لینا ورنہ ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں پتھر مار دوں۔"

کچھ دیر تک سناٹا رہا پھر ڈاکٹر سلمان بولا۔"وانگ اس جاسوس کی لاش کو ٹھکانے لگانا ہے۔"

اشارہ حمید کی طرف تھا۔ وانگ اس وقت اس کا گلا چھوڑ کر ہٹا تھا جب ڈاکٹر سلمان کا ایک ساتھی اچانک روشندان سے کود پڑا تھا۔ اس وقت سے اب تک وانگ بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ حمید کا کام تمام کر چکا ہے۔

وانگ حمید کی طرف بڑھا اور حمید نے لیٹے ہی لیٹے میز کے نیچے سے اس کے پیر پر فائر کر دیا۔ ریوالور میں سچ مچ سائیلنسر لگا ہوا تھا اس لئے آواز نہ ہوئی اور وانگ چیخ مار کر الٹ گیا۔ سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اتنی دیر میں حمید نے اپنے پیر سمیٹ کر انہیں کھول لیا۔

"اس شہر میں آج تک کوئی بڑا مجرم کامیاب نہیں ہوا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ یہ انسپکٹر فریدی اور سرجنٹ حمید کی مملکت ہے! کیا سمجھے! جنوبی امریکہ۔"

ڈاکٹر سلمان حیرت سے منہ پھاڑے اُسے گھورتا رہا۔ وانگ زمین پر پڑا کراہتے کراہتے رک گیا تھا۔ تیہ چن سلمان کا ساتھی اور کرنل داراب سکوت میں تھے۔

"جنوبی امریکہ۔" حمید نے قہقہہ لگایا۔"بیٹا سلمان جنوبی امریکہ! تم سب قاتل ہو۔ اب میں

اپنی حفاظت کے خیال سے تم سب کو یہیں مار ڈالوں گا۔"

آخری بازی

وانگ زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ تیہ چن اور سلمان اور اس کا ساتھی دم بخود تھے۔ مگر کرنل کے چہرے پر اچانک زندگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"لیکن تمہیں مار ڈالنے سے پہلے۔" حمید نے کہا۔ "میں یہ جاننا چاہوں گا کہ یک بیک تمہاری یادداشت کیسے واپس آگئی۔"

"چلو خیر تمہیں یہ تو یاد آیا۔" ڈاکٹر سلمان بچوں کی طرح چہک کر بولا۔ "میں اس سوچ میں پڑ گیا تھا کہ تمہیں اس حالت میں یقین کس طرح دلاؤں گا اور یہ سب تو مجھے مجبوراً کرنا پڑا ہے اگر یہ نہ کرتا تو کرنل کبھی اپنے جرائم کا اعتراف نہ کرتا۔ اس نے میرے بیٹے کا خون چھپانے کے لئے دو قتل اور کئے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے! سفید جھوٹ ہے۔" کرنل چیخا۔

"خاموش رہو کرنل۔" حمید نے اُسے ڈانٹ دیا۔ پھر اس نے ڈاکٹر سلمان سے پوچھا۔ "ہاں وہ مطالبہ.... اُن تین اعترافات کے علاوہ تم نے اور کس چیز پر دستخط لئے ہیں۔"

"میں اپنا پلان اطمینان سے بتاؤں گا۔" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔ "اگر میں یہ طریقے اختیار نہ کرتا تو کرنل کبھی میری تین کروڑ روپے کی رقم میرے نام دوبارہ منتقل نہ کرتا۔ میں انسپکٹر فریدی کے سامنے تفصیل سے یہ سارے واقعات رکھوں گا اور میرا دعویٰ ہے کہ وہ اچھل پڑیں گے۔ آپ جانتے ہیں! اُس دعوت والی رات کو میرے مار ڈالنے کی سازش کی گئی تھی۔ میرے سامنے رکھی ہوئی پلیٹ زہر میں ڈبوئی گئی تھی۔ لیکن میرے ایک ہمدرد نے بروقت امداد کی۔ اگر میں مر جاتا تو یہی کہا جاتا کہ وہ زہر دراصل کرنل ہی کے لئے تھا کیونکہ نامعلوم قاتل کا پہلا حملہ ناکام ہوا تھا اور وہ حملہ خود کرنل ہی نے اپنے اوپر کیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ ہی سے اپنے شانے میں چھری اتار دی تھی۔ بہرحال مجھے زہر دلوا دینے کے بعد بھی وہ محفوظ رہتا۔ بھلا شہر کے حکام جن میں وہ اتنا ہر دلعزیز ہے کیسے اس بات پر یقین کر لیتے کہ کرنل جیسا شریف آدمی کسی کو زہر بھی دے سکتا

ہے۔ قصہ کوتاہ.... میری خواہش ہے کہ آپ ابھی اسی وقت یہ کاغذات دیکھ لیجئے۔ ممکن ہے کوئی قانونی خامی رہ گئی ہو۔"

ڈاکٹر سلمان نے آگے بڑھ کر کاغذات حمید کی طرف بڑھا دیئے۔ حمید نے بائیں ہاتھ سے کاغذات پکڑے ہی تھے کہ داہنے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا۔ پہلے تو اس کے نچلے جبڑے پر قیامت ٹوٹی پھر اس کا سر پشت کی دیوار سے ٹکرا گیا۔

"شاباش....!" ڈاکٹر سلمان نے قہقہہ لگایا۔ "یہ فریدی اور حمید کی مملکت ہے۔"

ڈاکٹر سلمان کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور حمید چاروں خانے چت پڑا اُسے گھور رہا تھا۔

"تیہ چن۔" ڈاکٹر سلمان کسی درندے کی طرح غرایا۔ "اس کا گلا گھونٹ دو۔"

"گلا گھونٹنے کی کیا ضرورت ہے۔" تیہ چن آگے بڑھ کر انگریزی میں ہکلایا۔ "لایئے ریوالور مجھے دیجئے۔" اس نے سلمان کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا۔ پھر اُس نے زمین پر پڑے ہوئے کاغذات اٹھا کر سلمان کے حوالے کئے اور ریوالور جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "نہیں گلا ہی گھونٹنا زیادہ اچھا رہے گا۔"

اس نے اپنی دونوں آستینیں چڑھائیں اور پھر اچانک پلٹ کر سلمان کی گردن پکڑ لی۔

"ارے! ارے۔" ڈاکٹر سلمان حیرت زدہ آواز میں بولا۔

"ہائیں یہ کیا۔" سلمان کا ساتھی چیخا۔ وانگ نے حرکت بھی نہ کی کیونکہ وہ بیہوش پڑا تھا۔

حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

سلمان تیہ چن کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن گرفت مضبوط تھی۔

"زندہ باد تیہ چن۔" کرنل داراب چیخا۔ "شاباش! تم میرے بیٹے ہو۔ اس موذی کو ختم کر دو۔"

"کھڑا کیا دیکھتا ہے گومس کے بچے۔" سلمان نے اپنے ساتھی کو للکارا۔

وہ جھپٹا لیکن تیہ چن غافل نہیں تھا۔ گومس اس کے قریب پہنچنے بھی نہیں پایا تھا کہ اس کی ٹانگ چل گئی اور گومس منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

"شاباش....!" کرنل چیخا۔ وہ رسی کے بلوں سے آزاد ہونے کی انتہائی کوشش کر رہا تھا لیکن کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔

"سرجنٹ۔" کرنل داراب نے حمید کو مخاطب کیا۔ "تم بھی تیہ چن کی مدد کرو۔ اسی میں ہم

سب کی نجات ہے۔ میں تمہاری غلط فہمیاں دور کردوں گا۔ تم نہیں جانتے کہ ڈاکٹر سلمان کون ہے۔"

اس پر بھی حمید کی کھوپڑی پر برف جمی رہی۔ بات خاک بھی سمجھ میں نہ آئی اور وہ احمقوں کی طرح سلمان کے ساتھی پر ٹوٹ پڑا۔ جو قریب قریب فرش سے اٹھ ہی چکا تھا۔

"ٹھیک ہے! بالکل ٹھیک ہے۔" کرنل بڑبڑایا۔ "تم بھی تیہ چن کی طرح سمجھدار ہو۔ نادرہ تمہاری بڑی تعریفیں کرتی ہے۔ کاش اس وقت وہ تمہیں جنگ کرتے دیکھتی۔"

حمید اس وقت سو فیصدی اُلو ہو رہا تھا۔ ویسے ہی اس کے سر میں یہ بات سما گئی تھی کہ اس نے اس وقت پالا مار لیا تو فریدی عرصے تک شرمندہ رہے گا اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ایک حسین لڑکی کا باپ اس حسین لڑکی کا حوالہ دے کر اس کا دل بڑھا رہا تھا۔ بہر حال حمید نے جوش میں آکر گومس کی اچھی خاصی مرمت کردی اور اسی دوران میں اس کا سر کئی بار دیوار سے ٹکرا دیا اور پھر وہ بھی وانگ کے برابر ہی لمبا لمبا لیٹ گیا۔ اس سے فرصت پاکر حمید تیہ چن اور سلمان کی کشتی دیکھنے لگا۔ پستہ قد ڈاکٹر سلمان بڑا پھرتیلا تھا۔ وہ بار بار کسی لیسدار مچھلی کی طرح تیہ چن کی گرفت سے پھسل جاتا تھا۔

"اب سرجنٹ تم مجھے کھول دو۔" کرنل نے حمید سے کہا۔

حمید جھومتا ہوا اس کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ تیہ چن نے انگریزی میں کہا۔

"سرجنٹ وہ دونوں ٹائیاں اٹھا کر سلمان کے ہاتھ باندھ دو۔"

تیہ چن سلمان کو اوندھا گرا کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا اور اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ملا دیئے تھے۔ اچانک سلمان کسی غیر ملکی زبان میں زور سے چیخا۔ جس پر تیہ چن نے ہنس کر کہا۔

"میں اُن سب کو پہلے ہی ٹھکانے لگا چکا ہوں۔"

"واہ.... وا.... شاباش....!" کرنل نے قہقہہ لگایا۔ "تیہ چن میں تمہیں بہت بڑا آدمی بنا دوں گا۔"

"جناب کا شکریہ۔" تیہ چن نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

اس دوران میں حمید نے ڈاکٹر سلمان کے ہاتھ باندھ دیئے تھے اور اب پیر باندھ رہا تھا۔

پھر تیہ چن نے ڈاکٹر سلمان کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور ایک کرسی پر ڈال دیا۔

"تیہ چن زندہ باد۔" کرنل نے نعرہ لگایا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "تیہ چن! سرجنٹ نے بہت

مدد کی ہے اور یہ ہمارے پیشے سے بھی واقف ہو گئے ہیں لہٰذا انہیں بھی سنبھال لو۔"

حمید بوکھلا گیا۔ تیہ چن نے آگے بڑھ کر اُس کا گریبان پکڑ لیا۔ حمید کے لئے اب لپٹ جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن اُسے بڑی حیرت ہوئی جب تیہ چن نے اس کے دونوں گال چوم کر اُس کا گریبان چھوڑ دیا۔

"ہم چینیوں میں رسم ہے۔" اس نے حمید سے کہا۔ "کہ مار ڈالنے سے پہلے ہم اپنے دشمن کا منہ ضرور چومتے ہیں تاکہ وہ ہماری طرف سے کدورت لے کر قبر میں نہ جائے۔"

"تم بڑے پُر مذاق ہو! تیہ چن!" کرنل ہنس پڑا۔

"اور سنو میرے دوست۔" تیہ چن نے حمید سے اردو میں کہا۔ "اس شہر میں صرف دو بیوقوف رہتے ہیں، ایک انسپکٹر فریدی اور دوسرا سرجنٹ حمید۔"

"ارے تم اردو بھی بول سکتے ہو تیہ چن۔" کرنل نے حیرت سے کہا۔

"ہاں کرنل۔" تیہ چن نے اردو ہی میں کہا۔ "میں دنیا کی پچیس زبانوں پر قدرت رکھتا ہوں۔"

"تم کسی اہل زبان کی طرح اردو بول لیتے ہو۔"

"ہاں کرنل۔"

حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑے تیہ چن کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اب یہ تیہ چن کی آواز نہیں تھی۔

"اور تم اردو بولنے میں ہکلاتے بھی نہیں ہو۔" کرنل نے کہا۔ "حالانکہ اپنی مادری زبان بولنے میں بھی ہکلاتے ہو۔"

"کرنل....!" حمید تیزی سے کرنل کی طرف مڑ کر بولا۔ "یہ تیہ چن نہیں بلکہ تمہاری اور سلمان کی موت ہے۔"

"کیا....؟" کرنل اور سلمان کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"ہاں کرنل سرجنٹ حمید ٹھیک کہہ رہا ہے۔" تیہ چن نے اردو ہی میں کہا۔ "اس نے پہلے بھی ایک سچی بات کہی تھی کہ یہ انسپکٹر فریدی اور حمید کی مملکت ہے۔"

"تم.... تم....!" ڈاکٹر سلمان ہکلا کر رہ گیا۔

"ہاں میں انسپکٹر فریدی ہوں۔ تیہ چن بیچارا تو کل رات سے میری قید میں ہے لیکن کہو کبھی ایسا میک اپ دیکھا تھا۔"

فریدی خاموش ہو گیا اور کمرہ قبرستان معلوم ہونے لگا۔

"یہ کیا لغویت ہے۔" تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر سلمان غصیلی آواز میں بولا۔"تم نے آخر ہم دونوں کو کیوں باندھ رکھا ہے۔ میں تم پر مقدمہ قائم کر دوں گا۔"

"دھیّرج! میرے عقلمند ترین انسان۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔"اس وقت تمہارا ایک آدمی بھی آزاد نہ ہوگا۔ تمہارے وہ پندرہ آدمی بھی حوالات میں ہوں گے، جنہیں تم نے اس عمارت کے گرد پھیلا دیا تھا اور تمہارے ساتھی گومس کو میرے ہی ایک آدمی نے تم پر پھینکا تھا۔ تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ میں چھ دن سے تمہارے پیچھے لگا رہا ہوں۔"

"بکواس ہے! مجھے کھول دو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ تم اگر فریدی ہو تو نہ جانے کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ تم نے میری چڑھ نکالی۔ لوگ جنوبی امریکہ کا نام لے کر مجھے چڑھاتے ہیں۔"

"اُف فوہ۔" فریدی ہنس کر بولا۔"تو کیا اتنے اعترافات کے بعد بھی تم اپنے پاگل پن کی آڑ لو گے۔"

"بالکل....!" سلمان ہنس کر بولا۔"تم دونوں کے علاوہ اور کون جانتا ہے.... عدالت کسی بھی جانبدار شہادت کو قابل اعتماد نہیں سمجھتی اور کرنل بھی شائد میرا ہی ساتھ دیں۔"

"بالکل! ہم دونوں ایک ہی ناؤ پر سوار ہیں۔" کرنل نے کہا۔

"مگر وہ اعترافات جو تمہاری جیب میں موجود ہیں۔" فریدی بولا۔

"اوہ....!" سلمان ہنس پڑا۔"کرنل بڑی صفائی سے کہہ سکتے ہیں کہ انسپکٹر فریدی نے میری کنپٹی پر پستول کی نال رکھ کر ان اعترافات پر دستخط کرائے تھے تاکہ مجھ سے اپنی پرانی دشمنی نکال سکیں۔"

"ڈاکٹر سلمان۔" فریدی بگڑ کر بولا۔"کیا چیانگ کے قتل میں تمہارا ہاتھ نہیں تھا۔ کیا تم نے اسے اس لئے نہیں مروا ڈالا کہ وہ تم سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ تم بھی منشیات کے ناجائز لین دین کرنے والے ایک گروہ کے سرگرم کارکن ہو۔ وہ گروہ جو بین الاقوامی گروہ کہلایا جاسکتا ہے۔ ماناأوز کی برٹش ربر سپلائی کمپنی جس کا ہیڈ آفس ماناأوز ہے۔ کیا کرنل داراب بھی اسی کی ایک شاخ کا انچارج نہیں ہے۔ وہ شاخ جو یہاں کام کر رہی ہے۔ کیا تم نے اپنے بیٹے کی موت کو اپنی یادداشت کھو بیٹھنے کا بہانہ نہیں بنایا تھا۔"

"تم بہت کچھ جانتے ہو۔" ڈاکٹر سلمان مسکرا کر بولا۔"لیکن سب بیکار ہے تم کسی بات کا ثبوت بہم نہ پہنچا سکو گے۔ کیا فائدہ.... مجھ سے ایک کروڑ روپیہ لو اور مزے کرو۔ تم ایک نواب

کے لڑکے ہو لہٰذا تمہیں نوابوں ہی کی شان سے رہنا چاہئے۔"

"میں رشوت لئے بغیر بھی نوابوں کی طرح رہ سکتا ہوں .... شکریہ۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔"اور کرنل داراب تم! تم پر بھی خون ہے۔ ہوٹل ڈی فرانس والے حادثے میں مارا جانے والا تمہارا منتظر ہے۔"

داراب کچھ نہ بولا لیکن ڈاکٹر سلمان نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا۔"تم میرے متعلق اور کیا جانتے ہو۔"

"سب کچھ جانتا ہوں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔"کرنل یہاں کی شاخ کا انچارج تھا۔ اس نے اس ناجائز تجارت کا تین کروڑ روپیہ مار کر اپنے نام سے بینک میں جمع کرا دیا۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اس نے یہاں کی شاخ کو بالکل ہی الگ کر لیا اور خود ہی پورے کاروبار کا مالک بن بیٹھا گروہ والوں کے حصے بڑھا دیئے اس لئے وہ بھی اس کی مٹھی میں آگئے۔اب ضرورت اس بات کی ہوئی کہ ہیڈ آفس کسی کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجے۔اس کی نظر انتخاب تم پر ہی پڑی، مگر دشواری یہ تھی کہ تم وہاں کے حقوق شہریت لے چکے تھے اس لئے اگر تم یہاں آتے بھی تو ایک معینہ مدت تک کے لئے اور یہ ضروری نہیں تھا کہ تم اس معینہ مدت میں کامیابی حاصل ہی کر لیتے۔ لہٰذا دوسری چال چلی گئی۔ تمہارے ہیڈ آفس نے وہاں کے حکام کو بھاری رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ تمہارے شہری حقوق سلب کر لئے جائیں اور تمہیں پاگل قرار دے کر پھر تمہیں تمہارے شہر میں پھینکوا دیا جائے، چنانچہ یہی ہوا لیکن تم پورے پاگل نہیں بنے۔ اگر پورے پاگل بنتے تو تمہیں ہماری حکومت پاگل خانے میں بھجوا دیتی اور ظاہر ہے کہ پھر وہ کام نہ ہو سکتا جس کے لئے تم یہاں بھیجے گئے تھے۔ لہٰذا تم اپنی یادداشت کھو بیٹھے اور وہ بھی محض جنوبی امریکہ کے سلسلے میں۔ پلان ذہانت سے بھرپور تھا۔ تم نے وہ طریقے اختیار کئے جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تمہارے بیٹے کی اچانک موت کی وجہ سے یہ ذہنی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس طرح تم ماہر نفسیات کے لئے ایک کلاسیکل قسم کے کیس بن گئے۔ ایک طرف ماہر نفسیات تم میں دلچسپی لیتے رہے اور دوسری طرف تم اپنا کام کرتے رہے۔ کرنل داراب تمہاری آمد کے مقصد سے واقف تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ تم اچھے خاصے ہو۔ بیٹے کی موت نے تم پر کبھی کوئی بُرا اثر نہیں ڈالا تھا، لہٰذا اس نے کوشش کی کہ تمہیں پولیس کی نظروں میں اور زیادہ پُراسرار بنا دے اور پولیس تمہارے پیچھے لگ جائے اور نتیجے کے طور

پر تمہیں یہاں سے بھاگنا پڑے۔ اس مقصد کے لئے وانگ نے ایک بیروزگار آدمی کو پھانسا۔ اسے زرینہ دکھائی گئی۔ وانگ نے اُسے ایک پیکٹ دیا اور سمجھا دیا کہ وہ زرینہ سے ملے اور اس سے کہے کہ وہ اُسے ڈاکٹر سلمان کے متعلق ایک راز کی بات بتانا چاہتا تھا۔ ہوٹل ڈی فرانس اس کام کے لئے تجویز کیا گیا۔ اس پیکٹ میں ایک ٹائم بم تھا لیکن اس آدمی سے کہا گیا کہ اس میں گھڑی ہے اور وہ گھڑی آٹھ بج کر پانچ منٹ پر زرینہ کو دی جائے گی، لیکن اس بم کے پھٹنے کا وقت ساڑھے سات بجے تھا۔ وہ غریب آٹھ بج کر پانچ منٹ ہونے کے انتظار میں اسے جیب ہی میں ڈالے رہا۔ بہر حال وہ ساڑھے سات بجے اس کی جیب میں پھٹ گیا۔ اس غریب کو جتنا بتایا گیا وہ اتنا ہی کہہ سکا۔ ٹائم بم اس کی جیب میں تھا۔ اس لئے زرینہ صرف زخمی ہو گئی۔ مقصد بھی یہی تھا کہ زرینہ زندہ رہے اور اس کے متعلق پولیس کو بیان دے۔ یہ تو ہوئی کرنل داراب کی حرکت اور اب تم اپنی حرکتیں سنو۔ تم بھی اس فکر میں تھے کہ پولیس کو کرنل پر کسی قسم کا شبہ ہو جائے اور اس کے لئے تم نے مجھے اور حمید کو منتخب کیا۔ اپنے لمبے بیوقوف کے ذریعہ ہم دونوں کو کمٹالی کے میدان میں پھانسا اور اپنی ایک مشین کے ذریعے خاصے کرتب دکھائے۔ وہ مشین اس وقت میرے آدمیوں کے قبضے میں ہوگی، حالانکہ تم نے اُسے بہت چھپا کر رکھا۔ بہر حال صبح ہوش میں آنے کے بعد جب ہم لوگ جائے وقوع پر پہنچے تو ہمیں وہاں نادرہ کا ایک ہیئر کلپ ملا جس کا مطلب یہ تھا کہ اچھل کود مچانے والی نادرہ ہی تھی اور وہ جال کرنل نے پھیلایا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم لوگ کرنل کے پیچھے لگ جائیں اور کرنل بوکھلا کر کاروبار ان تین کروڑ روپیوں سمیت تمہارے حوالے کر دے۔ ویسے حقیقتاً تو دونوں کی کوشش یہی تھی کہ اصل معاملے کی خبر پولیس کو نہ ہونے پائے اور تم میں سے کسی ایک کا کام بن جائے۔ کیوں کرنل تم خاموش کیوں ہو گیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔ ویسے تمہیں اس لئے شکست ہوئی کہ سلمان نے تمہارے آدمیوں کو توڑ لیا۔"

کرنل کچھ نہ بولا لیکن سلمان نے کہا۔ "میں آج تمہاری ذہانت کا قائل ہوں مگر میرے بیٹے تم ہمارے خلاف کوئی ثبوت بہم نہ پہنچا سکو گے۔ میرے آدمی لوہے کے بنے ہیں وہ مر جائیں گے لیکن اقبال نہ کریں گے۔"

"محض تمہارا ہی اعتراف کافی ہے ڈاکٹر۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

اس دوران میں حمید نے گومس اور وانگ کو بھی باندھ لیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی

پھر سلمان نے کہا۔ "میں تمہیں دو کروڑ دے سکتا ہوں۔"

"دو سو کروڑ پر بھی فریدی پیشاب کرتا ہوا نظر آئے گا اس لئے کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا احمق ہے! کیوں حمید۔"

"سچ ہے پیر و مرشد۔" حمید نے کہا پھر سلمان سے بولا۔ "ارے میاں تم مجھے صرف ایک لنگوٹی خرید دینے کا وعدہ کرو تو میں تمہارا بیڑا پار کر سکتا ہوں۔"

"میرا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔" سلمان نے ایک ہذیانی قسم کا قہقہہ لگایا۔ "تم دونوں ابھی لونڈے ہو۔ تمہیں قانون کے سبق دے سکتا ہوں۔ تم میرے خلاف کوئی ثبوت مہیا نہ کر سکو گے۔"

"وہ تو بڑی دیر سے مہیا ہو رہا ہے۔" فریدی بولا۔ "یہ فریدی اور حمید کی مملکت ہے اس لئے یہاں کبھی کوئی کام کچا نہیں ہوتا.... ادھر دیکھو۔"

فریدی نے میز پر رکھے ہوئے ریڈیو سیٹ پر سے کور اٹھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک بڑا طاقتور ٹرانسمیٹر ہے۔ اس کے ذریعہ میرے محکمے کے آپریشن روم میں ہماری گفتگو ریکارڈ کی جارہی ہوگی۔ کرنل کو حیرت ہوگی کہ اس کا ریڈیو ٹرانسمیٹر میں کیسے تبدیل ہو گیا۔ بالکل اسی طرح جیسے فریدی تیہ چن میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ میں چھ دن سے تمہارے ساتھ ہوں۔ ڈاکٹر سلمان! کبھی وانگ کی شکل میں رہا ہوں اور کبھی تیہ چن کی شکل میں، اس سے تم اندازہ لگا ہی سکتے ہو کہ میں کتنا جانتا ہوں اور یہ بھی بتادوں کہ تم میری نظروں پر اس وقت چڑھے تھے جب ناصر نے تمہارے ایک ڈائریکٹر کا خط مجھے دکھایا تھا۔ وہ تمہاری ایک زبردست غلطی تھی.... دوسری دنیا میں ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ وہاں بھی تمہیں پھانسی ہو جائے گی.... کیا سمجھے۔"

کرنل اور ڈاکٹر سلمان نے گردنیں ڈال دی تھیں۔ حمید انہیں چھیڑ رہا تھا۔ لیکن وہ خاموش تھے۔ اندھیرا چھٹ گیا تھا اور پو پھوٹ رہی تھی۔ لیکن ایسے وقت میں بھی کرنل کے کمرے کا سناٹا مرگھٹ کے سناٹے کی طرح پر ہول تھا۔

ختم شد